ماہنامہ

اشراق

لاہور

مارچ ۲۰۲۳ء

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

"علم فلکیات نے جو ترقی اِس زمانے میں کی ہے، اُس سے پہلے بھی لوگ اِس بات سے تو واقف تھے کہ قمری مہینے تیس دن سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے، مگر عام مشاہدہ بتاتا تھا کہ یہ انتیس دن کے بھی ہو جاتے ہیں۔ قرآن نے جب لوگوں کو پورے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیا تو اندیشہ ہوا کہ اُن میں سے کچھ لوگ اِس حکم کی تعمیل میں تیس دن پورے کرنے پر اصرار کریں گے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ چاند نظر آ جائے تو رمضان کا مہینا شروع کر لینا چاہیے اور نظر آ جائے تو اُس کو ختم کر دینا چاہیے۔ اِس کے لیے تیس دن پورے کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں، مطلع صاف نہ ہو تو تیس دن لازماً پورے کیے جائیں گے۔"

—— شذرات

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

المورد

ادارۂ علم و تحقیق

المورد ملت اسلامیہ کی عظیم علمی روایات کا امین ایک منفرد ادارہ ہے۔ پندرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں* یہ ادارہ اِس احساس کی بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین کا عمل ملت میں صحیح نہج پر قائم نہیں رہا۔ فرقہ دارانہ تعصّبات اور سیاست کی حریفانہ کشمکش سے الگ رہ کر خالص قرآن وسنت کی بنیاد پر دین حق کی دعوت مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو چکی ہے۔ قرآن مجید جو اِس دین کی بنیاد ہے، محض حفظ و تلاوت کی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مدرسوں میں وہ علوم مقصود بالذات بن گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرآن مجید تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے تھے۔ حدیث، قرآن وسنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کر دی گئی ہے اور سارا زور کسی خاص مکتب فکر کے اصول و فروع اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی برتری ثابت کرنے پر ہے۔

المورد کے نام سے یہ ادارہ اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ادارے کا بنیادی مقصد دین کے صحیح فکر کی تحقیق و تنقید، تمام ممکن ذرائع سے وسیع پیمانے پر اُس کی نشر و اشاعت اور اُس کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے، اُس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ عالمی سطح پر تذکیر بالقرآن کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ قرآن وسنت کے مطابق خدا کی شریعت اور ایمان و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

۳۔ دین کے صحیح الفکر علما اور محققین کو فیلو کی حیثیت سے ادارے کے ساتھ متعلق کیا جائے اور اُن کے علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کے لیے اُنھیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

۴۔ لوگوں کو آمادہ کیا جائے کہ جہاں جہاں ممکن ہے:

ا۔ اسلامی علوم کی ایسی درس گاہیں قائم کریں جن کا مقصد دین کے صحیح الفکر علما اور محققین تیار کرنا ہو۔

ب۔ ایف اے، ایف ایس سی اور اے لیول تک نہایت اعلیٰ معیار کے اسکول قائم کریں جن میں تعلیم و تعلم کے ساتھ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما اور اُن کی دینی اور تہذیبی تربیت بھی پیش نظر ہو۔

ج۔ عام اسکولوں کے طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے ایسے ہفتہ وار مدارس قائم کریں جن میں قرآن کی دعوت خود قرآن ہی کے ذریعے سے طالب علموں کے ذہن میں اِس طرح راسخ کر دی جائے کہ بعد کے زمانوں میں وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

د۔ ایسی خانقاہیں قائم کریں جہاں لوگ وقتاً فوقتاً اپنے دنیوی معمولات کو چھوڑ کر آئیں، علما و صالحین کی صحبت سے مستفید ہوں، اُن سے دین سیکھیں اور چند روز کے لیے یک سوئی کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہ کر اپنے لیے پاکیزگیِ قلب و نظر کا اہتمام کریں۔

---

* شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ماہنامہ
اشراق
لاہور

جلد ۳۵ شمارہ ۳ مارچ ۲۰۲۳ء شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

زیر سرپرستی
جاوید احمد غامدی

مدیر
سید منظور الحسن

فہرست

شذرات

رویت ہلال کا مسئلہ	جاوید احمد غامدی	۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرگذشتِ رسالت (۲)	سید منظور الحسن	۶

قرآنیات

البیان: الاحزاب ۳۳: ۶۳-۷۳ (۷)	جاوید احمد غامدی	۱۷

معارف نبوی

علامات قیامت (۴)	جاوید احمد غامدی / ڈاکٹر محمد عامر گزدر	۲۲
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کا بیان	جاوید احمد غامدی / محمد رفیع مفتی / محسن ممتاز	۳۹

سیر و سوانح

مہاجرین حبشہ (۱۷)	محمد وسیم اختر مفتی	۵۱

اصلاح و دعوت

اسکولوں میں فنون لطیفہ کی تدریس کی خامیاں	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۵۷
شکر و امتنان	محمد ذکوان ندوی	۶۱
فریب خوردگی	خورشید احمد ندیم	۶۴

فی شمارہ 50 روپے
سالانہ 500 روپے
رجسٹرڈ 1000 روپے
(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر)
بیرون ملک
سالانہ 50 ڈالر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

Post Box 5185, Lahore, Pakistan.
www.ghamidi.net, www.javedahmadghamidi.com
https://www.facebook.com/javedahmadghamidi
http://www.javedahmadghamidi.com/index.php/ishraq

جاوید احمد غامدی

رویت ہلال کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ نے روزوں کے لیے رمضان اور حج کے لیے ذوالحجہ کا مہینا مقرر فرمایا ہے۔ یہ دونوں قمری مہینے ہیں، اِس لیے یہ سوال ابتدا ہی سے زیر بحث رہا ہے کہ اِن کی تعیین کس طرح کی جائے؟ علم فلکیات نے جو ترقی اِس زمانے میں کی ہے، اُس سے پہلے بھی لوگ اِس بات سے تو واقف تھے کہ قمری مہینے تیس دن سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے، مگر عام مشاہدہ بتاتا تھا کہ یہ انتیس دن کے بھی ہو جاتے ہیں۔ قرآن نے جب لوگوں کو پورے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیا تو اندیشہ ہوا کہ اُن میں سے کچھ لوگ اِس حکم کی تعمیل میں تیس دن پورے کرنے پر اصرار کریں گے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ چاند نظر آ جائے تو رمضان کا مہینا شروع کر لینا چاہیے اور نظر آ جائے تو اُس کو ختم کر دینا چاہیے۔ اِس کے لیے تیس دن پورے کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں، مطلع صاف نہ ہو تو تیس دن لازماً پورے کیے جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے جسے راویوں نے اپنے تصرفات سے وہ صورت دے دی جس سے یہ تاثر عام ہو گیا کہ آپ نے مہینے کی تعیین کے لیے لوگوں کو چاند دیکھنے کا پابند کر دیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ روایت کے ایک طریقے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت اپنی اصل صورت میں بھی نقل ہو گئی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

الشهر تسع وعشرون، فإذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فاقدروا له.
(مسلم، رقم ۱۰۸۰)

”مہینا انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، اِس لیے چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور دیکھ لو تو افطار کرو۔ پھر اگر مطلع صاف نہ ہو تو دن پورے کر لو۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ سیدنا عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ایک طریق میں بھی بعینہٖ یہی الفاظ ہیں۔ اِس سے واضح ہے کہ مہینے کی تعیین کے لیے چاند دیکھنے کو لازم نہیں کیا گیا، بلکہ چاند دیکھ لینے کے بعد مہینا شروع کر لینے کو لازم ٹھیرایا گیا ہے تاکہ لوگ یہ خیال کر کے کہ قرآن نے پورے مہینے کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے، تیس دن پورے کرنے پر اصرار نہ کریں۔ چنانچہ بات کی ابتدا ہی یہاں سے ہوتی ہے کہ 'الشهر تسع وعشرون' (مہینا انتیس دن کا بھی ہوتا ہے)۔

چاند دیکھنے کی ضرورت اِسی بنا پر ہے۔ تیس دن پورے ہو جائیں تو یہ ضرورت باقی نہیں رہتی، اِس لیے کہ اِس معاملے میں ہمارا علم بالکل قطعی ہے۔ چاند نظر آئے یا نہ آئے، ہم جانتے ہیں کہ پچھلا مہینا ختم ہوا اور اگلا مہینا شروع ہو چکا ہے۔ علم کی ترقی نے یہی صورت انتیس کے بارے میں بھی پیدا کر دی ہے۔ اب ہم پوری قطعیت کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ دنیا کے لیے چاند کی پیدایش کب ہو گی۔ اِس لیے مکہ مکرمہ کو مرکز بنا کر اگر چاند کی پیدایش کے لحاظ سے قمری کیلنڈر بنا دیا جائے اور تمام مذہبی تہوار اُسی کے مطابق منائے جائیں تو اِس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ دین کا منشا مہینے کی تعیین ہے۔ وہ اگر چاند دیکھنے سے ہو سکتی تھی تو اُس نے اُسے اختیار کیا اور اب اگر کسی دوسرے ذریعے سے ہو سکتی ہے تو اِس پر بھی اُسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ گھڑی ایجاد ہو جانے کے بعد ہم اپنی نمازوں کے لیے جس طرح سورج کا طلوع و غروب دیکھنے کے پابند نہیں رہے، اُسی طرح قمری مہینوں کی تعیین کے لیے رویت ہلال کے پابند بھی نہیں رہے۔ یہ مسئلہ محض ایک حدیث میں راویوں کے تصرفات سے پیدا ہوا ہے۔ روایت کے تمام طریقوں کو دیکھنے سے یہ حقیقت بادنیٰ تامل واضح ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا بالکل دوسرا تھا۔

[۲۰۰۸ء]

(مقامات ۲۹۰-۲۹۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سید منظور الحسن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرگذشتِ رسالت

(۲)

بنی اسرائیل پر اتمام حجت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسولوں کی سنت کے مطابق بنی اسرائیل کے بااثر لوگوں کو دعوت دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اُنھوں نے اُن کے علما اور سرداروں کے سامنے حقائق کو پوری طرح واضح کر دیا۔ اِس کے نتیجے میں وہ حضرت مسیح کی رسالت سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے۔ وہ آپ کے من جانب اللہ ہونے کا ادراک رکھتے تھے اور آپ کی دعوت کی حقانیت کو درونِ خانہ تسلیم کرتے تھے۔ لیکن اِس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ آپ پر ایمان نہیں لائے اور آپ کے کفر اور عناد پر کمربستہ ہو گئے۔ تاہم عام لوگوں کے ایک مختصر گروہ نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ سورۂ صف میں بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک بڑا گروہ آپ کے انکار پر جم گیا، جب کہ ایک چھوٹا گروہ[۳] آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا:

فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَۃٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَکَفَرَتۡ طَّآئِفَۃٌ ۚ فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّہِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ.(۶۱:۱۴)

”چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک بڑا گروہ اپنے کفر پر جما رہا۔ پھر ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی تو وہی غالب ہو کر رہے۔“

۳۔ یعنی ایک مختصر سا گروہ ایمان لایا اور ایک بڑا گروہ اپنے کفر پر جما رہا۔ قرینہ دلیل ہے کہ اصل میں جو لفظ 'طَآئِفَۃٌ' آیا ہے، اُس کی تنکیر ایک جگہ تقلیل کے لیے، اور دوسری جگہ تکثیر کے مفہوم میں ہے۔ (البیان ۵/۱۹۹)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امام امین احسن اصلاحی اِس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”...انبیا علیہم السلام کی یہ سنت رہی ہے کہ اول اول تو اُنھوں نے اپنی اپنی قوموں کے بااثر لوگوں کو جھنجھوڑنے اور جگانے کی کوشش کی ہے، لیکن جب اُنھوں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ یہ خوابِ غفلت کے مارے لوگ کروٹ بدلنے والے نہیں ہیں تو اُنھوں نے اِن سرمستوں کو اِن کے حال پر چھوڑ کر اپنی ساری توجہ اپنے غریب باایمان ساتھیوں پر مرکوز کر دی ہے۔ قرآنِ مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے اعراض کرنے اور اہل ایمان کو تذکیر کرنے کی جو بار بار ہدایت ہوئی ہے، وہ اِسی مرحلے کی بات ہے۔ اور یہی مرحلہ ہے جس میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے دریا کے کنارے کے ماہی گیروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مچھلیوں کے پکڑنے والو، آؤ، میں تمھیں آدمیوں کا پکڑنے والا بناؤں۔

اِس آیت سے حضرات انبیا علیہم السلام کے کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ وہ حالات کے بگاڑ اور قوم کی ہٹ دھرمی سے مایوس اور دل شکستہ نہیں ہوتے، بلکہ خدا کی راہ میں وہ اپنی جدوجہد جاری رکھتے ہیں۔ اگر زور و اثر رکھنے والے لوگ اُن کا ساتھ نہیں دیتے تو وہ اپنے غریب، وفادار اور کم زور و بے اثر ساتھیوں ہی کو لے کر اپنا سفر شروع کر دیتے ہیں۔ حالات کی تاریکی اُن کے اندر روشنی اور قوم کی بے مہری اُن کے اندر مزید قوت اور عزم پیدا کرتی ہے۔“(تدبر قرآن ۲/۹۹)

بالآخر حضرت مسیح علیہ السلام اِس امر پر مطلع ہو گئے کہ بنی اسرائیل کے علما اور سردار اُن کی دعوت پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یہ انکار کا پختہ فیصلہ کر چکے ہیں، اِس لیے اب اِن کے بجاے اپنے حواریوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تاکہ وہ دعوت کے اگلے مراحل میں آپ کے معاون و انصار بن سکیں۔ چنانچہ آپ نے اُنھیں مدد کے لیے پکارا۔ قرآنِ مجید نے اِس معاملے کو اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ج اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ج وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ.
(آل عمران ۳: ۵۲-۵۳)

”پھر جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ یہ لوگ انکار ہی کریں گے تو اُس نے (حواریوں سے) کہا: کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے مددگار، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیے کہ ہم نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ پروردگار، ہم نے اُسے مان لیا ہے

جو آپ نے نازل کیا ہے اور (اُس کے تقاضوں کو
پورا کرنے کے لیے) رسول کی پیروی اختیار کر لی
ہے۔ سو آپ ہمیں اُس کی گواہی دینے والوں میں
لکھ لیں۔''

استاذِ گرامی لکھتے ہیں:

''... مسیح علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کے علما اور سرداروں کے رویے سے یہ محسوس کر لیا کہ اِن پتھروں میں جونک لگانا ممکن نہیں ہے اور اب یہ انکار کا فیصلہ کر چکے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی کہ اللہ تعالیٰ آگے کے مراحل میں جو ذمہ داری بھی اُنھیں دیں، اُس کو پورا کرنے میں وہ اُن کے مددگار بن کر کھڑے ہوں۔ اِس کے لیے جو جملہ اُن کی زبان سے نکلا ہے، اُس سے، اگر غور کیجیے تو استاذ امام کے الفاظ میں جس طرح جوش دعوت کا اظہار ہو رہا ہے، اُسی طرح یہ بات بھی نمایاں ہو رہی ہے کہ اِس دعوت کے ساتھ وہ گویا یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ میں تو اپنے رب کی راہ پر، یہ دیکھو، چل کھڑا ہوا ہوں۔ اب جس کے اندر حوصلہ ہو، وہ اِس وادی پر خار میں میرا ساتھ دے۔'' (البیان ۱/ ۳۵۶)

بنی اسرائیل کی حق دشمنی بڑھتے بڑھتے اِس آخری حد تک پہنچ گئی کہ اُنھوں نے اللہ کے رسول کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ یہ کام اُنھوں نے اپنی خفیہ سازشوں کے ذریعے سے کیا۔ اِن سازشوں کا مقصد ایسے حالات پیدا کرنا تھا، جن کے نتیجے میں آپ صلیب کی سزا کے مستحق قرار پائیں۔ قرآنِ مجید نے اِن سازشوں کو 'وَ مَكَرُوْا' کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل نے حضرت مسیح کے خلاف خفیہ تدبیریں کرنا شروع کر دیں۔

یہ خفیہ تدبیریں کیا تھیں؟ امام امین احسن اصلاحی نے اناجیل کی روشنی میں اِن کا خلاصہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک تو اُنھوں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر اسلاف کی روایات توڑنے اور بزرگوں کی توہین و تحقیر کا الزام لگایا تاکہ عوام کے جذبات اُن کے خلاف بھڑکائے جا سکیں۔

دوسرا جال اُنھوں نے یہ بچھایا کہ اپنے مخصوص آدمی بھیج بھیج کر اُن سے ایسے سوالات کیے، جن کے جوابوں سے اُن کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوے کا مواد فراہم ہو سکے۔ یہ کام یہود کے فقیہوں اور فریسیوں نے بڑی سرگرمی سے انجام دیا اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی تمثیلوں اور تشبیہوں کے اندر سے اُنھوں نے اپنی دانست میں وہ مواد فراہم کر لیا، جس کی بنیاد پر اُن کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا جا سکے۔

تیسرا یہ کہ اُس زمانے میں چونکہ ملک پر سیاسی اقتدار رومیوں کا تھا، اِس وجہ سے اُن کو بھڑکانے کے لیے مواد فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلے تو خراج کی ادائیگی سے متعلق سیدنا مسیح علیہ السلام سے سوالات کیے گئے، جن سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ شخص لوگوں کو قیصر کو خراج دینے سے روکتا ہے۔ لیکن اِس قسم کے سوالوں کے جواب سیدنا مسیحؑ نے ایسے دندان شکن دیے کہ علماے یہود اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر اُنھوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ شخص اسرائیل کا بادشاہ ہونے کا مدعی ہے۔ اِس کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض تمثیلی اقوال سے مواد حاصل کرنے اور اِس کے ذریعے سے رومی حکومت کو بھڑکانے کی کوشش کی گئی۔

چوتھی تدبیر یہ کی گئی کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد یہودا کو، جو منافق تھا، یہود نے رشوت دے کر اِس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آں حضرت علیہ السلام کی مخبری کرے اور اُن کو گرفتار کرائے۔‘‘(تدبر قرآن ۲/ ۱۰۲)

اللہ کی طرف سے حضرت مسیح کی نصرت و بشارت کا اعلان

رسولوں کے باب میں اللہ کی سنت ہے کہ جب اُن کی مخاطب قوم پر اتمام حجت ہو جاتا ہے تو رسول کی اصل ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔ اِس کے بعد منکرین کے لیے سزا اور مومنین کے لیے جزا کا وقت آ جاتا ہے۔ اِس موقع پر اللہ تعالیٰ قوم کے حالات کے لحاظ سے رسول کی زندگی کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ اگر جزا و سزا کو رسول کے سامنے برپا کرنا مقصود ہو تو اُسے زندہ رکھا جاتا ہے، وگرنہ اُسے وفات دے دی جاتی ہے۔ سورۂ مومن اور سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اِسی سنت سے آگاہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُہُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ. (المومن ۴۰: ۷۷)

’’(یہ نہیں مان رہے، اے پیغمبر)، تو صبر کرو۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ پھر جس عذاب کی وعید ہم اِنھیں سنا رہے ہیں، اُس کا کچھ حصہ ہم تمھیں دکھا دیں یا تم کو وفات دیں اور اِس کے بعد اِن سے نمٹیں، بہر کیف اِن کو پلٹنا ہماری ہی طرف ہے۔‘‘

وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُہُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیۡنَا مَرۡجِعُہُمۡ ثُمَّ اللّٰہُ شَہِیۡدٌ

’’ہم جس چیز کا وعدہ اُن سے کر رہے ہیں، اُس کا کوئی حصہ ہم تمھیں دکھائیں، (اے پیغمبر)، یا

عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ.(یونس ۱۰:۴۶)

تم کو وفات دیں اور اِس کے بعد ان سے نمٹیں، بہر کیف اِن کو لوٹنا ہماری ہی طرف ہے، پھر اللہ اُس پر گواہ ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔‘‘

امام امین احسن اصلاحی نے اِس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

’’...خطاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس عذاب سے اُن کو ڈرایا جا رہا ہے اور یہ اُس کے مؤخر ہونے کے سبب سے اُس کو خالی خولی دھمکی سمجھ رہے ہیں اور تمھیں زچ کرنے کے لیے اُس کی جلدی مچائے ہوئے ہیں، اگر حکمت الٰہی مقتضی ہوئی تو تمھاری زندگی ہی میں اُن کو اِس کا کچھ حصہ دکھا دیا جائے گا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں وفات دے گا اور اُن کی واپسی ہماری طرف ہو گی پھر اللہ اُن کا سارا کچا چٹھا اُن کے سامنے رکھ دے گا۔‘‘(تدبر قرآن ۴/ ۶۰)

عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں یہ مرحلہ اُس وقت آیا، جب بنی اسرائیل اپنی منصوبہ بندی کو روبہ عمل کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے۔ اِس موقع پر اللہ نے وفات کی صورت کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اللہ نے آپ کے لیے اپنی نصرت و بشارت کا یہ اعلان فرمایا کہ وہ آپ کی روح کو قبض کر لیں گے اور آپ کی ذاتِ اقدس کو منکرین سے پاک کریں گے۔ بنی اسرائیل کی جزا و سزا کا معاملہ اِس طرح ہو گا کہ آپ کے ماننے والے —— نصاریٰ —— قیامت تک آپ کے منکرین —— یہود —— پر غالب رہیں گے۔ ارشاد ہے:

وَمَکَرُوۡا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ. اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ.

(آل عمران ۳: ۵۴-۵۵)

’’یہ ہوا اور بنی اسرائیل نے (اُس کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنا شروع کیں، اُس وقت، جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تیرے اِن منکروں سے تجھے پاک کروں گا۔ اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک اِن منکروں پر غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو بالآخر میرے پاس آنا ہے تو اُس وقت میں تمھارے درمیان اُن چیزوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔‘‘

مسیح علیہ السلام کی ہجرت

جب اللہ کا رسول اپنے منکرین پر حجت تمام کر دیتا ہے اور وہ اُس کے دلائل و براہین کے آگے بالکل زچ ہو جاتے ہیں تو وہ رسول سے چھٹکارا پانے کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔ اِس ذلالت اور رذالت کے لیے اُنھیں عموماً دو ہی راستے سجھائی دیتے ہیں: یا وہ پیغمبر کو جلا وطن کر دیں یا اُس کے قتل کے درپے ہو جائیں۔ قرآن سے واضح ہے کہ رسولوں کی قوموں نے یہ دونوں طریقے اختیار کرنے کی جسارت کی ہے۔ سورۂ ابراہیم میں جہاں اللہ کے رسولوں کی سرگذشت بیان ہوئی ہے، وہاں کفار کی طرف سے رسولوں کو جلا وطن کر دینے کی دھمکی بھی نقل ہوئی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ.(۱۴:۱۳)

”اِس پر منکروں نے اپنے رسولوں سے کہہ دیا کہ ہم تم کو اپنی اِس سرزمین سے لازماً نکال دیں گے یا تمھیں بالآخر ہماری ملت میں واپس آنا ہو گا۔ تب اُن کے پروردگار نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ ہم اِن ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔“

امام امین احسن اصلاحی نے اِس کی وضاحت میں لکھا ہے:

”ہر رسول کی زندگی میں بالآخر یہ مرحلہ بھی پیش آیا ہے کہ اُس کی دعوت سے تنگ آ کر اُس کی قوم نے اُس کو یہ نوٹس دے دیا کہ یا تو تم ہماری ملت میں واپس آ جاؤ، ورنہ ہم تمھیں اپنی سرزمین سے جلا وطن کر دیں گے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بہ ذریعہ وحی اپنے رسولوں کو یہ بشارت دے دی ہے کہ ہم اِن ظالموں ہی کو ہلاک کر دیں گے اور اِن کے بعد تمھیں زمین میں بسائیں گے۔“(تدبر قرآن ۴/ ۳۱۷)

سورۂ بنی اسرائیل میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کفارِ قریش کی اِنھی کارستانیوں کا ذکر آیا ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا.(۱۷:۷۶)

”یہ اِس سرزمین سے تمھارے قدم اکھاڑ دینے کے درپے ہیں تاکہ تم کو یہاں سے نکال دیں۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو تمھارے بعد یہ بھی کچھ زیادہ دیر ٹھیرنے نہ پائیں گے۔“

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اِسی طرح یہ بات بھی معلوم و معروف ہے کہ جس رات آپ نے مکہ سے ہجرت فرمائی، اُس رات کفارِ قریش نے آپ کے قتل کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تو اِس کا اقدام بھی کر دیا گیا تھا۔ سورۂ عنکبوت میں بیان ہوا ہے کہ جب اُن کی قوم کے پاس اُن کی دعوت کا کوئی جواب نہ رہا تو اُس نے اُنھیں قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور اُس پر عمل درآمد بھی کر دیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پوری طرح محفوظ رکھا:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا اقۡتُلُوۡهُ اَوۡ حَرِّقُوۡهُ فَاَنۡجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ. (۲۹: ۲۴)

”سو (ابراہیم نے اپنی دعوت پیش کی تو) اُس کی قوم کا جواب اِس کے سوا کچھ نہ تھا کہ آپس میں کہنے لگے: اِسے قتل کر دو یا جلا دو۔ پھر اللہ نے اُس کو آگ سے بچا لیا۔“

جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ہے تو بنی اسرائیل نے اُنھیں قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اِس مقصد کے لیے اُنھوں نے سازشی منصوبہ بنایا۔ اِس منصوبے کو قرآن نے ’وَ مَكَرُوۡا‘ (اُنھوں نے خفیہ تدبیریں کرنا شروع کیں) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ویسا ہی منصوبہ تھا، جیسا اُن سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بعد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُن کی قوموں نے بنایا تھا۔ چنانچہ دیکھیے، قرآن نے حضرت مسیح کے قتل کی سازش کے لیے ’مَكۡر‘ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف کی گئی سازش کے لیے ’كَيۡد‘ (چال) کا لفظ استعمال کیا ہے۔[۴] سورۂ صافات میں ارشاد فرمایا ہے:

فَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَ. (۳۷: ۹۸)

”سو اُنھوں نے اُس کے ساتھ چال کرنی چاہی تو ہم نے اُنھی کو نیچا دکھا دیا۔“

اللہ کے رسولوں کے ساتھ جب اُن کی قومیں ایسا بہیمانہ سلوک اختیار کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں تو پھر اللہ اپنے رسولوں کو محفوظ کر کے اُن قوموں کا فیصلہ نافذ کر دیتا ہے۔ اِس موقع پر رسول کو اُس قوم سے الگ کر لیا جاتا

۴۔ استاذِ گرامی نے ’کید‘ کی وضاحت میں لکھا ہے:

”یعنی آتش کدہ بنا کر کسی بہانے سے اُن کو اُس میں پھینکنا چاہا۔ اِس کی وجہ غالباً یہ رہی ہو گی کہ علانیہ اقدام کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں بھی قریش کے سرداروں کو اِسی طرح کی تدبیر کرنی پڑی تھی۔“ (البیان ۴/ ۲۷۵)

ہے۔ الگ کرنے کی صورت بہ شکلِ حیات ہجرت الی الارض بھی ہو سکتی اور بہ شکلِ وفات ہجرت الی السماء بھی ہو سکتی ہے۔ ہر دو صورتوں میں یہ ہجرت الی اللہ ہوتی ہے، جس کا اظہار اُس کے حکم سے اور اُس کی حکمتِ عملی کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآن نے اِسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے 'مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ' اور 'ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وہ موقع تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اُن کو قتل کر دینے اور آگ میں جلا دینے کے درپے ہو گئی تھی:

وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (العنکبوت ۲۹: ۲۶)

"ابراہیم نے کہا: میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔ بے شک، وہی زبردست ہے، بڑی حکمت والا ہے۔"

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ. (الصافات ۳۷: ۹۹)

"ابراہیم نے کہا: (تم لوگوں کو چھوڑ کر اب) میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں، وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔"

استاذِ گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اِس ہجرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اپنی قوم پر اتمام حجت کے بعد یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ہجرت کے فیصلے کا اظہار ہے۔ لوگ داعی حق کی جان کے درپے ہو جائیں تو انبیا علیہم السلام کو اِسی طرح ہجرت کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ آگے کیا پیش آئے گا، اِس طرح کے موقعوں پر اِس کا کچھ اندازہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہر قدم پر ضرورت ہوتی ہے کہ وہی پروردگار رہنمائی فرمائے، جس کے بھروسے پر اتنا بڑا فیصلہ کیا گیا ہے۔" (البیان ۴/ ۲۷۵)

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوموں پر اتمام حجت کے بعد جب اللہ کے عذاب کا فیصلہ ہوا تو اِن رسولوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اُن قوموں سے الگ کر لیا۔ حضرت لوط کو حکم دیا کہ اپنی بیوی کے سوا باقی اہل و عیال کو لے کر اس قوم کے مسکن سے دور نکل جائیں۔ حضرت شعیب کے حوالے سے فرمایا کہ ہم نے شعیب کو اور اُن پر ایمان لانے والوں کو ظالموں سے نجات عطا فرمائی ہے۔ سورۂ ہود میں بیان ہوا ہے:

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ط اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ط اِنَّ مَوْعِدَهُمُ

"فرشتوں نے کہا: اے لوط، ہم تمھارے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ (مطمئن رہو)، یہ تمھارے قریب بھی نہیں آسکیں گے۔ سو اپنے اہل و عیال کو لے کر کچھ رات رہے نکل جاؤ اور تم میں سے

الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ.(۱۱:۸۱)

کوئی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔ تمھاری بیوی نہیں، اِس لیے کہ اُس پر وہی کچھ گزرنے والا ہے جو اِن لوگوں پر گزرنا ہے۔ اِن (پر عذاب) کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ (تم پریشان کیوں ہوتے ہو)؟ کیا صبح قریب نہیں ہے؟''

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا شُعَیۡبًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ.(۱۱:۹۴)

''جب ہمارا حکم صادر ہو گیا تو ہم نے شعیب کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے، خاص اپنی رحمت سے نجات دی اور جنھوں نے (اپنی جان پر) ظلم ڈھایا تھا، اُن کو کڑک نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔''

حضرت مسیح علیہ السلام کو بنی اسرائیل سے نجات دلانے اور اللہ کی طرف ہجرت کرنے کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی اور آپ کے جسم مبارک کو اُن سے الگ کر کے اپنی طرف اٹھا لیا۔[۵] سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡهِ لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ یَقِیۡنًاۢ. بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیۡزًا حَكِیۡمًا.

(۴:۱۵۷-۱۵۸)

''اِنھوں نے نہ اُس کو قتل کیا اور نہ اُسے صلیب دی، بلکہ معاملہ اِن کے لیے مشتبہ بنا دیا گیا۔ اِس میں جو لوگ اختلاف کر رہے ہیں، وہ اِس معاملے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، اُن کو اِس کے متعلق کوئی علم نہیں، وہ صرف گمانوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اِنھوں نے ہرگز اُس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ ہی نے اُسے اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور اللہ زبردست ہے، وہ بڑی حکمت والا ہے۔''

ان آیات میں سے 'بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ' سے مراد اللہ کا سیدنا مسیح علیہ السلام کی روح قبض کر کے اُن کے

۵۔ ایسا غالباً اِس لیے کیا گیا کہ مبادا بنی اسرائیل آپ کے وجود کی بے حرمتی کی جسارت کریں۔

جسم کو بنی اسرائیل کے اندر سے اٹھا لینا ہے۔ استاذِ گرامی لکھتے ہیں:

”...اِس رفع کی وضاحت قرآن نے سورۂ آل عمران (۳) کی آیت ۵۵ میں اِس طرح فرمائی ہے کہ وفات کے بعد اللہ تعالیٰ اُنھیں اپنی طرف اٹھا لیں گے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ روح قبض کر کے اُن کا جسم بھی اٹھا لیا جائے گا تاکہ اُن کے دشمن اُس کی توہین نہ کر سکیں۔ مسیح علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت کرتا ہے اور جب تک اُن کا مشن پورا نہ ہو جائے، اُن کے دشمن ہرگز اُن کو کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اِسی طرح اُن کی توہین و تذلیل بھی اللہ تعالیٰ گوارا نہیں کرتا اور جو لوگ اِس کے درپے ہوں، اُنھیں ایک خاص حد تک مہلت دینے کے بعد اپنے رسولوں کو لازماً اُن کی دست درازی سے محفوظ کر دیتا ہے۔“ (البیان ۱/۳۷۵)

بنی اسرائیل کی جزا و سزا

سیدنا مسیح علیہ السلام کی ہجرت الی اللہ کے بعد سنتِ الٰہی کا آخری مرحلہ یہ تھا کہ ایمان لانے والوں کو اُن کے ایمان کی جزا دی جائے اور منکرین پر اُن کے انکار کے باعث عذاب نازل کیا جائے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے منکرین، یعنی یہود کو بہ حیثیت قوم تا قیامت مغلوبیت کے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔ اِس کے اہلِ ایمان، یعنی نصاریٰ کو یہ جزا دی گئی کہ وہ ہمیشہ کے لیے یہود پر غالب رہیں گے۔ سورۂ صف میں ارشاد ہے:

فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ. (۶۱: ۱۴)

”پھر ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی تو وہی غالب ہو کر رہے۔“

آلِ عمران میں اِسی جزا و سزا کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ. فَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ. (۳: ۵۵-۵۶)

”اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک اِن منکروں پر غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو بالآخر میرے پاس آنا ہے تو اُس وقت میں تمھارے درمیان اُن چیزوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ سو یہی منکرین ہیں جن کو میں دنیا اور آخرت، دونوں میں سخت سزا دیتا ہوں اور وہ اپنے لیے کوئی مددگار نہیں پاتے۔“

استاذِ گرامی نےاِن آیات کے تحت اِس جزاو سزا کی وضاحت میں لکھا ہے:

''یہ بنی اسرائیل کے لیے خدائی دینونت کا ظہور ہے، جسے گذشتہ دو ہزار سال سے ہر شخص بچشم سر دیکھ سکتا ہے۔اِس غیر معمولی طور پر حیرت انگیز پیشین گوئی کو دنیا کا کوئی تغیر، زمانے کی کوئی گردش اور وقت کی کوئی کروٹ کبھی ایک لمحے کے لیے بھی باطل نہیں کر سکی۔ خدااور اُس کی عدالت کا یہ ایسا صریح ثبوت ہے جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔اِس کے بعد وہ کیا چیز ہے جو قیامت کے بارے میں قرآن کی وعید کو جھٹلا سکتی ہے؟

رسولوں کے منکروں کے لیے اللہ کا قانون یہی ہے کہ اُن کی طرف سے اتمام حجت کے بعد وہ اِسی دنیا میں عذاب سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے جس منصب پر فائز کیا ہے، اُس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اُن کے گناہوں کی سزا اُنھیں دنیا میں دی جائے۔ چنانچہ قیامت تک کے لیے وہ جس طرح نصاریٰ کے محکوم بنائے گئے ہیں اور اُن پر جو دل ہلا دینے والی آفتیں وقتاً فوقتاً آتی رہی ہیں، وہ سب اِسی قانون کے مطابق ہیں۔''(البیان ۱/۳۵۹-۳۶۰)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاحزاب

(۷)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ
السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ

(تم اِس انجام سے خبردار کرتے ہو تو) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ جس سے ڈرا رہے ہو، وہ کہاں رہ گئی)؟[۱۳۱] اِن سے کہو کہ اُس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور تمھیں کیا پتا، شاید قیامت قریب ہی آلگی ہو۔[۱۳۲] ۶۳

حقیقت یہ ہے کہ اِس طرح کے منکروں پر اللہ نے لعنت کر چھوڑی ہے اور اُن کے لیے دہکتی

۱۳۱۔ یعنی ابھی تک آئی کیوں نہیں؟ اور آنی ہے تو اُس کا وقت کیوں نہیں بتاتے؟ اِس طرح کے سوالات، ظاہر ہے کہ مذاق اڑانے کے لیے پوچھے جاتے تھے۔

۱۳۲۔ مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی حقیقت کے بارے میں کہ زمین و آسمان جس سے بوجھل ہو رہے ہیں، یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہو؟ خدا کا آخری پیغمبر آچکا ہے۔ اِس کے بعد اب دنیا کی عدالت کے لیے قیامت ہی کا مرحلہ باقی ہے۔ اُس کا انکار کرنے کے لیے کیا یہ کافی ہے کہ تمھیں وہ اُس کا وقت نہیں بتا سکتا؟

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ
وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾
رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ط

ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں نہ اپنے لیے کوئی حامی پائیں گے، نہ مددگار۔[۱۳۳] جس دن اُن کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے،[۱۳۴] وہ کہیں گے: اے کاش، ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی! اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب، ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں[۱۳۵] کی بات مانی تو اُنھوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب، اُن کو دوہرا عذاب دے اور اُن پر بھاری لعنت کر۔[۱۳۶] ۶۴-۶۸

ایمان والو، (اِس سے عبرت حاصل کرو اور اپنے پیغمبر کے معاملے میں) اُن لوگوں کی طرح نہ

۱۳۳۔ یعنی اپنے جن شرکا و شفعا پر اعتماد کر کے بے خوف بیٹھے ہیں اور اپنی جس جماعت اور جمعیت پر اِنھیں بڑا ناز ہے، اُن میں سے کوئی بھی وہاں اِن کے کام نہ آئے گا۔

۱۳۴۔ یہ گوشت کو آگ پر بھوننے کی تصویر ہے کہ اُسے کبھی ایک طرف سے بھونا جاتا ہے اور کبھی دوسری طرف سے۔ فرمایا کہ دوزخ کی آگ میں یہ لوگ بھی اِسی طرح بھونے جائیں گے۔ اِس کے لیے چہروں کا ذکر خاص طور پر اِس وجہ سے کیا ہے کہ انسان کے اندر حق کے مقابل میں رعونت اور استکبار کا سب سے نمایاں اظہار اُس کے چہرے ہی سے ہوتا ہے۔

۱۳۵۔ بڑوں سے یہاں اُن کے خاندانی اور مذہبی پیشوا مراد ہیں۔

۱۳۶۔ اِس کا جواب سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۳۸ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نقل ہوا ہے کہ تم اور تمھارے لیڈر، دونوں ہی دوہرے عذاب کے سزاوار ہو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾

ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی [۱۳۷] تو اللہ نے اُن کی تہمتوں سے اسے بری ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی عزت رکھتا تھا۔ [۱۳۸] ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، [۱۳۹] اللہ اِس کے صلے میں تمھارے اعمال تمھارے لیے سدھارے گا [۱۴۰] اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کی، اُس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ ۶۹-۷۱

۱۳۷۔ یہود کی طرف اشارہ ہے جن کی اذیتوں کا شکوہ خود حضرت موسیٰ کی زبان سے قرآن میں بھی نقل ہوا ہے اور کتاب استثنا میں بھی۔* اِس کے واقعات قرآن اور بائیبل، دونوں میں جگہ جگہ مذکور ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر ''تدبر قرآن'' میں اِنھیں اِسی آیت کے تحت ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ تفصیل کے طالب وہاں دیکھ لے سکتے ہیں۔

۱۳۸۔ یعنی باوقار اور سرخ رو تھا۔ اُس کی یہ وجاہت دنیا نے بھی دیکھی اور آخرت میں بھی اور نمایاں ہو کر سامنے آئے گی۔ اِس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت موسیٰ کو ہر الزام سے بری کیا، ہر تہمت کے مقابل میں اُن کی سچائی اور راست بازی مزید آشکارا ہوئی اور اُن کے سب دشمن رسوا ہو کر رہ گئے، خدا نے چاہا تو آپ کے ساتھ بھی یہی ہو گا اور آپ کے دشمن بھی اُسی طرح ذلیل و رسوا ہو کر رہ جائیں گے۔

۱۳۹۔ یعنی وہی بات جو اہل ایمان کے شایان شان اور اُن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اُن کا کلمہ اور شعار یہی ہو کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ پیرے کے آخر میں 'وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ' کے الفاظ سے اِس کی تصدیق ہوتی ہے کہ 'قَوْلٌ سَدِيْدٌ' کا لفظ یہاں سمع و طاعت کے اِسی اقرار کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۱۴۰۔ یعنی ایسا درست کر دے گا کہ جو قدم بھی اٹھاؤ گے، صحیح سمت میں اٹھے گا۔

---

* الصف ۶۱: ۵۔ استثنا ۹: ۷۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ﴿۷۲﴾ لِّیُعَذِّبَ اللّٰہُ

(اطاعت کا یہ تقاضا اُس ارادہ واختیار کی بنا پر کیا جاتا ہے جو ہم نے انسان کو عطا فرمایا ہے)۔ ہم نے یہ امانت[141] زمین اور آسمانوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی تو اُنھوں نے اُس کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور اُس سے ڈر گئے تھے، مگر انسان نے اُس کو اٹھا لیا۔[142] حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی ظالم اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہے۔[143] یہ اِس لیے پیش کی گئی تھی کہ اللہ (اِس کے

۱۴۱۔ اِسے امانت سے اِس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ اصلاً ایک خدائی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہے کہ اِسے وہ خدا ہی کی دی ہوئی ایک چیز سمجھ کر استعمال کرے۔ چنانچہ اُس کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے بھی اِس کی حفاظت کا عہد لیا گیا اور بعد میں بھی صدیوں تک انبیا علیہم السلام اِسی عہد کی تجدید اور یاد دہانی کے لیے بھیجے جاتے رہے۔ انسان اِس عہد کا امین ہے اور اِس کے لیے مسئول بنایا گیا ہے۔

۱۴۲۔ زمین و آسمان اور پہاڑوں کی یہ معذرت زبان قال سے بھی ہو سکتی ہے اور زبان حال سے بھی، جس طرح مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ پاؤں سے کہتا ہوں، مگر وہ اُس طرف جانے کے لیے تیار نہیں ہوتے یا ملنے تو چلا جاؤں، مگر طبیعت ابا کرتی ہے یا کھاتا تو ہوں، مگر معدہ اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ گویا مدعا یہ ہے کہ اپنے مادی وجود کے اعتبار سے انسان اگرچہ ایک مشت استخواں اور ایک حقیر سی ہستی ہے، لیکن معنوی صلاحیتوں اور باطنی کمالات کے اعتبار سے ایسا مضبوط اور توانا ہے کہ جس بار امانت کو اُس نے اٹھا لیا ہے، اُس کا تحمل زمین و آسمان اور بلند و بالا پہاڑ بھی نہیں کر سکتے۔

۱۴۳۔ یہ انسان کی فطرت کا بیان ہے جس کی بنا پر اُس نے یہ بار امانت اٹھایا ہے۔ چنانچہ انسان کے سامنے اگر اُس کی کوئی محبوب چیز پیش کی جائے، جیسے علم، حسن، اقتدار، ابدیت، عز و جاہ اور مال و دولت وغیرہ تو اُس کے لیے بسا اوقات وہ ایسا ازخود رفتہ ہو جاتا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتا اور اِس طرح اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ علم و تحقیق، کشف و الہام، عشق و عاشقی، جرأت و عزیمت اور حرص و طمع کی تمام داستانیں اِس کی شہادت دیتی ہیں کہ کسی چیز کی محبت انسان کو دیوانہ بنا سکتی ہے۔ انسان کی تمام ترقی، خواہ وہ آخرت کے

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

لازمی نتیجے کے طور پر) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے، اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اللہ اپنی عنایتوں سے نوازے۔[۱۴۴] اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔[۱۴۵] ۷۲-۷۳

حوالے سے ہو یا دنیا کے، اِسی دیوانگی کی مرہون منت ہے۔ آیت میں 'ظَلُوْمًا جَهُوْلًا' کے الفاظ اسی لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں۔ امام حمید الدین فراہی کے الفاظ میں، 'فاجترأ علی أمر عظیم، فظلم نفسه و أوردها مهالک'۔* مطلب یہ ہے کہ ارادہ و اختیار جیسی چیز جو خدا کی صفات میں سے ہے، جب انسان کے سامنے پیش کی گئی تو نتائج و عواقب کی پروا کیے بغیر اُس نے لپک کر اُسے قبول کر لیا، اِس لیے کہ اُس کی فطرت میں یہ چیز ودیعت ہے کہ کسی چیز کی کشش اُسے دیوانہ بنا سکتی ہے اور اُس کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جان پر اُس کو ظلم بھی کرنا پڑے تو وہ کر گزرتا ہے۔

۱۴۴۔ آیت میں 'يَتُوْبَ' کا لفظ ہے جس میں 'عَلٰى' کے صلے نے رحمت و عنایت کا مفہوم بھی شامل کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ارادہ و اختیار کی امانت جب دی گئی تو اِسی لیے دی گئی کہ ایک دن پوچھا جائے کہ اُس کو کس طرح استعمال کیا گیا ہے؟ اور پوچھا جائے گا تو اِسی لیے پوچھا جائے گا کہ اُس کو غلط استعمال کرنے والے اِس کی سزا بھگتیں اور صحیح استعمال کرنے والے اپنے پروردگار کی رحمتوں اور عنایتوں سے نوازے جائیں، عام اِس سے کہ وہ مردوں میں سے ہوں یا عورتوں میں سے۔ انسان نے یہ بار امانت اٹھا لیا ہے تو اِس کا لازمی اقتضا یہی ہے۔

۱۴۵۔ یعنی اگرچہ یہ ذمہ داری بہت بھاری ہے، لیکن دینے والا غفور و رحیم ہے۔ وہ صحیح راہ پر چلتے ہوئے کہیں پھسل جائیں گے، پھر سنبھلنے کی کوشش کریں گے تو وہ اُن پر رحم فرمائے گا اور اُن کی توبہ قبول کر لے گا۔

کوالالمپور

۱۲/ اپریل ۲۰۱۴ء

---

* تعلیقات فی تفسیر القرآن الکریم ۲/ ۹۹۔

جاوید احمد غامدی

ترجمہ و تحقیق: ڈاکٹر محمد عامر گزدر

علامات قیامت

(۴)

دجال کا خروج

ـــ ۱۵ ـــ

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[1] «مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا [قَدْ[2]] أَنْذَرَ أُمَّتَهُ [الدَّجَّالَ[3]] الأَعْوَرَ الكَذَّابَ[4] [فَاحْذَرُوهُ[5]]، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ [بِعَيْنِ الشِّمَالِ،[6] عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ، غَلِيظَةٌ[7]]، وَإِنَّ رَبَّكُمْ [تَبَارَكَ وَتَعَالَى[8]] لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: كَافِرٌ،[9] [يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ أُمِّيٌّ وَكَاتِبٌ[10]]».

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، مگر یہ کہ اُس نے اپنی امت کو جھوٹے اور یک چشم دجال سے ضرور خبر دار کیا ہے۔ چنانچہ تم بھی اُس سے پوری طرح خبر دار رہو۔ جان رکھو کہ وہ بائیں آنکھ سے اندھا ہے، اُس پر ایک موٹی

جھلی ہے۔ اور تمھارا پروردگار جس کی ہستی بڑی بابرکت اور بلند و برتر ہے، یک چشم نہیں ہے۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے مابین 'کافر' لکھا ہوا ہے۔ جو نبی بھی مبعوث ہوا، اُس نے اپنی امت کو جھوٹے یک چشم سے ضرور خبر دار کیا ہے۔ آگاہ رہو، وہ یک چشم ہے، جب کہ تمھارا رب یک چشم نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ 'کافر' لکھا ہوا ہے، جسے ہر صاحب ایمان پڑھ لے گا، چاہے وہ اَن پڑھ ہو یا پڑھا لکھا ہو۔[1]

۱۔ اِس روایت میں دجال سے متعلق جتنی چیزیں بیان ہوئی ہیں، اُن کی وضاحت پیچھے ہو چکی ہے۔ رہی یہ بات کہ اِس سے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو خبر دار کیا ہے تو اِس کے شواہد یہود و نصاریٰ، دونوں کے ہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ Anti Christ یا دجال کا ذکر، دونوں کی مذہبی روایت میں اُسی کثرت سے ہوا ہے، جس طرح یہ مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر میں ہے۔ ملاحظہ ہو مضمون: Anti Christ، دائرۃ المعارف، بریطانیہ۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح بخاری، رقم ۱۳۱۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے متابعات اِن مراجع میں نقل ہوئے ہیں: مسند طیالسی، رقم ۲۰۷۵۔ جزء الحسن بن موسیٰ الاشیب، رقم ۱۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۴۶۹۔ مسند احمد، رقم ۱۲۰۰۴، ۱۲۱۴۵، ۱۲۷۷۰، ۱۳۰۸۱، ۱۳۱۴۹، ۱۳۲۰۶، ۱۳۳۸۵، ۱۳۳۹۴، ۱۳۴۳۸، ۱۳۵۹۹، ۱۳۶۲۱، ۱۳۹۲۵، ۱۴۰۹۴۔ صحیح بخاری، رقم ۷۴۰۸۔ صحیح مسلم، رقم ۲۹۳۳۔ سباعیات ابی المعالی الفراوی، رقم ۲۰۔ الفتن، حنبل بن اسحاق، رقم ۱۶، ۳۱، ۳۴۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸۔ السنۃ، عبد اللہ بن احمد، رقم ۱۰۰۲، ۱۰۰۹، ۱۲۳۳، ۱۲۳۵۔ مسند بزار، رقم ۶۶۳۵، ۷۰۳۱، ۷۰۴۴، ۷۱۴۶۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۰۱۷، ۳۰۷۳، ۳۰۹۲، ۳۲۶۵، ۳۷۶۸، ۳۸۴۶۔ صحیح ابن حبان رقم ۶۷۹۴۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۸۸۴۔ الشریعۃ، آجری، رقم ۸۸۰۔ الایمان، ابن مندہ، رقم ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۲، ۱۰۵۴۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، رقم ۱۸۱۷۔ الاسماء والصفات، بیہقی، رقم ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کا ایک شاہد ابو بکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، رقم ۲۰۴۰۱ میں اِن الفاظ میں نقل ہوا ہے: '«الدَّجَّالُ أَعْوَرُ بِعَيْنِ الشِّمَالِ، بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ

الْأُمِّيُّ وَالْكَاتِبُ»'، ''دجال بائیں آنکھ سے اندھا ہے، اُس کی دونوں آنکھوں کے مابین 'کافر' لکھا ہوا ہے، جسے پڑھا لکھا اور اَن پڑھ، دونوں پڑھ لیں گے''، جب کہ ایک اور شاہد میں جابر رضی اللہ عنہ سے آپ کا ارشاد اِن الفاظ میں نقل ہوا ہے: '«مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيِ الدَّجَّالِ: كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ»'، ''دجال کی دونوں آنکھوں کے مابین 'کافر' لکھا ہوا ہے، جسے ہر صاحب ایمان پڑھ لے گا'' (مسند احمد، رقم ۱۴۵۱۲)۔

۲۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۳۱۶۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۱۴۰۹۴۔

۴۔ مسند احمد، رقم ۱۳۴۳۸ میں یہاں 'لَمْ يُبْعَثْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا يُحَذِّرُ قَوْمَهُ مِنَ الدَّجَّالِ الْكَذَّابِ فَاحْذَرُوهُ'، ''مجھ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوا ہے، وہ اپنی قوم کو جھوٹے دجال سے خبر دار کرتا رہا ہے، لہٰذا تم بھی اُس سے خبر دار رہنا'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۵۔ مسند احمد، رقم ۱۳۴۳۸۔

۶۔ مسند احمد، رقم ۱۳۰۸۱ میں یہاں 'إِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى'، ''یقیناً دجال کی بائیں آنکھ نہیں ہے'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں، جب کہ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۴۶۹ میں یہاں 'الدَّجَّالُ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى'، ''دجال دائیں آنکھ سے اندھا ہے'' کے الفاظ آئے ہیں۔

۷۔ مسند احمد، رقم ۱۲۱۴۵۔

۸۔ مسند بزار، رقم ۱۴۶۷۔

۹۔ بعض روایتوں، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۲۹۳۳ میں یہاں 'وَمَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: كَ فَ رَ'، ''اور اُس کی دونوں آنکھوں کے مابین 'کَ فَ رَ' لکھا ہوا ہے'' کے الفاظ ہیں۔

۱۰۔ مسند احمد، رقم ۱۳۳۹۴۔ بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۳۶۲۱ میں یہاں 'يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، قَارِئٌ وَغَيْرُ قَارِئٍ'، ''اُسے ہر صاحب ایمان پڑھ لے گا، چاہے وہ پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ'' کے الفاظ آئے ہیں۔

— ۱۶ —

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:[1] قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ[2] عَنِ الدَّجَّالِ حَدِيثًا مَا حَدَّثَهُ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ

يَجِيءُ مَعَهُ مِثْلُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ، هِيَ النَّارُ، وَإِنِّي أَنْذَرْتُكُمْ[3] بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ».

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو، میں تمھیں دجال کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ وہ یقیناً ایک آنکھ سے اندھا ہے اور اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی طرح کے مقامات لیے ہوئے آئے گا۔[1] سو جس کے بارے میں وہ کہے گا کہ باغ ہے، وہ در حقیقت آگ ہوگی۔ میں نے تمھیں اِس سے اُسی طرح خبردار کر دیا ہے، جس طرح نوح (علیہ السلام) نے اِس کے بارے میں اپنی قوم کو خبردار کیا تھا۔[2]

۱۔ یعنی وہ نعمت و نقمت کے ایسے مظاہر سامنے لائے گا کہ لوگ خیال کریں گے کہ یہ تو گویا دوزخ اور جنت کو ہم نے اِسی دنیا میں دیکھ لیا ہے۔ اِس وقت، اگر غور کیجیے تو یہ تعبیریں افرنگ کے ہر قریے کو دیکھ کر اِسی طرح لوگوں کی زبان پر رہتی ہیں۔

۲۔ پچھلے انبیا کے بارے میں صرف یہی نہیں، اِس کے علاوہ بھی بہت سے اخبار ہیں، جو ہمیں قرآن و حدیث ہی کے ذریعے سے معلوم ہوئے ہیں۔ چنانچہ اِسے بھی مستبعد نہیں سمجھنا چاہیے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح مسلم، رقم ۲۹۳۶ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے متابعات کے مراجع یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۴۸۲۔ صحیح بخاری، رقم ۳۳۳۸۔ مسند ابی امیۃ الطرسوسی، رقم ۳۹۔ الایمان، ابن مندہ، رقم ۱۰۳۹۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، لالکائی، رقم ۲۲۸۷، ۲۲۸۸۔ السنن الواردۃ فی الفتن، دانی، رقم ۶۳۴۔

۲۔ کئی طرق، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۴۸۲ میں یہاں 'أُخْبِرُكُمْ' کے بجاے 'أُحَدِّثُكُمْ' کا لفظ آیا ہے۔ معنی کے لحاظ سے دونوں مترادف ہیں۔

۳۔ دوسرے طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۳۳۳۸ میں یہاں 'انذار' کا یہ فعل ماضی کے بجائے مضارع کی صورت میں نقل ہوا ہے۔

ــــ ۱۷ ــــ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ:[1] كُنَّا نُحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَلَا نَدْرِي أَنَّهُ الْوَدَاعُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،[2] فَلَمَّا كَانَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، [فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ،[3]] فَذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ، ثُمَّ قَالَ: «مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ أُمَّتَهُ، وَالنَّبِيُّونَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْدِهِ، [وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ،[4]] أَلَا مَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ، [فَلَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ إِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ،[5]] فَلَا يَخْفَيَنَّ عَلَيْكُمْ أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، أَلَا مَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ، فَلَا يَخْفَيَنَّ عَلَيْكُمْ أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ».

وَعَنْهُ فِي لَفْظٍ قَالَ:[6] قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: «إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ،[7] وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ، وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ، تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ».

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان حجۃ الوداع کا ذکر کیا جا رہا تھا اور ہمیں معلوم

نہیں تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الوداعی حج ہو گا۔ پھر جب اُس کا موقع آیا اور آپ حجۃ الوداع میں تھے تو آپ نے خطبہ دیا، جس میں آپ نے اللہ کی حمد وثنا فرمائی۔ پھر یک چشم دجال کا ذکر کیا اور اُس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث کیا ہے، اُس نے اپنی امت کو اِس سے لازماً خبر دار کیا۔ بلاشبہ نوح (علیہ السلام) نے بھی اِس سے اپنی امت کو خبر دار کیا تھا اور اُن کے بعد کے تمام انبیا علیہم السلام بھی اِسی طرح خبر دار کرتے رہے ہیں۔ وہ، یقیناً تم میں ظاہر ہو گا۔ آگاہ رہو کہ اُس کی کوئی چیز اب تم سے چھپی ہوئی نہیں رہ گئی۔ چنانچہ یہ بات بھی تم پر مخفی نہ رہے کہ وہ دائیں آنکھ سے اندھا ہے،[1] اور وہ آنکھ گویا انگور کا پھولا ہوا دانہ ہے۔ سو تم پر بالکل مخفی نہ رہے کہ تمھارا رب یک چشم نہیں ہے۔[2] آگاہ رہو کہ دجال کی کوئی چیز اب تم سے چھپی ہوئی نہیں رہ گئی۔ سو تم پر بالکل مخفی نہ رہے کہ تمھارا رب یک چشم نہیں ہے۔

اِنھی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک طریق میں اِس روایت کے جو الفاظ نقل ہوئے ہیں، اُن میں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ پھر آپ نے اللہ کی حمد وثنا فرمائی، جس طرح کہ اُس کے شایان شان ہے۔ اِس کے بعد دجال کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: میں تم سب کو اُس سے خبر دار کرتا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اُس سے نہ ڈرایا ہو۔ بلاشبہ نوح (علیہ السلام) نے بھی اپنی قوم کو اُس سے خبر دار کیا تھا۔ لیکن میں اُس کے بارے میں تمھیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی، اور وہ یہ کہ اب تم جانتے ہو کہ وہ یک چشم ہے، جب کہ اللہ ہرگز یک چشم نہیں ہے۔

۱۔ دائیں اور بائیں آنکھ کے ذکر میں اِس غلطی کی وضاحت ہم پیچھے کر چکے ہیں۔

۲۔ یہ تقابل کس پہلو سے ہے؟ اِس کی وضاحت بھی پیچھے ہو چکی ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۶۱۸۵ سے لیا گیا ہے۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اِس کے باقی

طرق اِن مراجع میں نقل ہوئے ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۲۰۸۲۰۔ مسند احمد، رقم ۶۳۶۵۔ صحیح بخاری، رقم ۳۳۳۷، ۴۴۰۲، ۶۱۷۵، ۷۱۲۷۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۹۵۸۔ صحیح مسلم، رقم ۲۹۳۱۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۷۵۷۔ سنن ترمذی، رقم ۲۲۳۵۔ السنۃ، عبد اللہ بن احمد، رقم ۹۹۹، ۱۰۱۲، ۱۲۳۶۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۵۸۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۶۷۸۰، ۶۷۸۵۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۳۳۳۸۔ الایمان، ابن مندہ، رقم ۱۰۴۱، ۱۰۴۷۔

۲۔ بعض روایتوں، مثلاً مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۵۸۶ میں روایت کا یہ پہلا جملہ اِن الفاظ میں نقل ہوا ہے: 'كُنَّا نَتَحَدَّثُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا لَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ'، ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حجۃ الوداع کا ذکر رہے تھے، تاہم ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ کا آخری حج کون سا ہو گا''۔

۳۔ صحیح بخاری، رقم ۴۴۰۲۔

۴۔ نفس مصدر۔

۵۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۵۸۶۔

۶۔ صحیح بخاری، رقم ۶۱۷۵۔

۷۔ اکثر طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۳۳۳۷ میں یہ فعل لام تاکید کے ساتھ، یعنی 'لَأُنْذِرُكُمُوهُ'، ''میں تم سب کو اُس سے خبردار کرنا چاہوں گا'' نقل ہوا ہے۔

— ۱۸ —

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:[1] جَاءَتْ يَهُودِيَّةٌ، فَاسْتَطْعَمَتْ عَلَى بَابِي، فَقَالَتْ: أَطْعِمُونِي، أَعَاذَكُمُ اللهُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ. قَالَتْ: فَلَمْ أَزَلْ أَحْبِسُهَا حَتَّى جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَقُولُ هٰذِهِ الْيَهُودِيَّةُ؟ قَالَ: «وَمَا تَقُولُ؟» قُلْتُ: تَقُولُ: أَعَاذَكُمُ اللهُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا يَسْتَعِيذُ بِاللهِ مِنْ فِتْنَةِ

الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا فِتْنَةُ الدَّجَّالِ: فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ [قَبْلِي[2]] إِلَّا قَدْ حَذَّرَ أُمَّتَهُ [الدَّجَّالَ[3]]، وَسَأُحَذِّرُكُمُوهُ تَحْذِيرًا لَمْ يُحَذِّرْهُ نَبِيٌّ أُمَّتَهُ، إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ... الحديث.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ ایک یہودی عورت میرے دروازے پر آئی، پھر کھانا مانگتے ہوئے کہنے لگی: اللہ تم لوگوں کو دجال سے اپنی پناہ میں رکھے، اور عذاب قبر کی آزمایش سے بھی۔ مجھے کھانے کو کچھ دیں۔ سیدہ کہتی ہیں کہ میں نے اُس کی یہ بات سنی تو اُس عورت کو اپنے پاس روک لیا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، یہ یہودی عورت کیا کہہ رہی ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے کہا: یہ کہہ رہی ہے کہ اللہ تمھیں دجال کی آزمایش سے اپنی پناہ میں رکھے، اور عذاب قبر کی آزمایش سے بھی۔ سیدہ عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ کھڑے ہوگئے، پھر آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور اُنھیں پھیلا کر دجال کی آزمایش اور عذاب قبر کی آزمایش سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے، اِس کے بعد فرمایا: فتنۂ دجال کا معاملہ تو یہ ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو اِس سے خبردار نہ کیا ہو، لہٰذا میں بھی اِس کے بارے میں تم لوگوں کو اِس درجے میں متنبہ کروں گا کہ کسی نبی نے اپنی امت کو نہ کیا ہو گا۔ یاد رکھو، وہ ایک آنکھ سے اندھا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ 'کافر' لکھا ہوا ہے، جسے ہر بندۂ مومن پڑھ لے گا[1]... الحدیث۔

۱۔ اِس روایت سے معلوم ہوا کہ دجال کے آنے کی خبر یہود مدینہ کے ہاں بھی اُسی طرح موجود تھی، جس طرح یہ ہماری روایتوں میں نقل ہوتی آرہی ہے۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہود کے بتانے سے پہلے ہی

www.javedahmadghamidi.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس فتنے سے آگاہ تھے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۵۰۸۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے متابعات اِن مراجع میں نقل ہوئے ہیں: مسند اسحاق بن راہویہ، رقم ۱۱۷۰۔ مسند الحارث، رقم ۷۸۵۔ السنۃ، عبد اللہ بن احمد، رقم ۱۴۴۸۔ الایمان، ابن مندہ، رقم ۱۰۵۵، ۱۰۶۷۔ اثبات عذاب القبر، بیہقی، رقم ۲۹۔

۲۔ مسند اسحاق بن راہویہ، رقم ۱۱۷۰۔

۳۔ مسند الحارث، رقم ۷۸۵۔

— ۱۹ —

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ:[۱] ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَأَنَا لَفِتْنَةُ بَعْضِكُمْ أَخْوَفُ عِنْدِي مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَلَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِمَّا قَبْلَهَا إِلَّا نَجَا مِنْهَا، وَمَا صُنِعَتْ فِتْنَةٌ مُنْذُ كَانَتِ الدُّنْيَا صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ، إِلَّا تَتَّضِعُ لِفِتْنَةِ الدَّجَّالِ».

حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دجال کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: مجھے (تمھارے حق میں) دجال کے فتنے سے زیادہ اُس فتنے کا اندیشہ ہے جو تمھارے ہی بعض لوگ تمھارے لیے پیدا کر دیں گے۔[۱] لہٰذا جو شخص بھی دجال کے فتنے سے پہلے کے اِس فتنے سے بچ گیا، وہ فتنۂ دجال سے بھی بچ جائے گا۔[۲] (یاد رکھو)، یہ دنیا جب سے بنی ہے، ہر چھوٹا بڑا فتنہ دجال کے فتنے سے کم تر ہی ہے۔

۱۔ یہ غالباً اُس فتنے کی طرف اشارہ ہے جو سیدنا عثمان کی شہادت سے مسلمانوں کے لیے پیدا ہوا۔

۲۔ جس فتنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اُس سے بچنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'اعتزل

تلک الفرق کلھا‘ (صحیح بخاری، رقم ۷۰۸۴) ”اپنے اپنے امام کی دعوت لے کر اٹھنے والے سب گروہوں سے الگ رہو“ کی ہدایت فرمائی تھی۔ مدعا یہ ہے کہ دجال کے فتنے سے بھی اگر بچنا چاہتے ہو تو اپنی تربیت اِسی رویے کے لیے کرتے رہو۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۳۳۰۴ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے متابعات کے مراجع یہ ہیں: مسند بزار، رقم ۶۸۰۷، ۶۸۰۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۶۸۰۷۔

— ۲۰ —

عَنْ أَنَسٍ،[1] عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا، فَلَا يَدْخُلُهَا[2] الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ».

وَعَنْهُ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ:[3] أَنَّ قَائِلًا مِنَ النَّاسِ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَمَا يَرِيدُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ؟ قَالَ: «[بَلَى،[4]] إِنَّهُ لَيَعْمِدُ إِلَيْهَا، وَلَكِنَّهُ يَجِدُ الْمَلَائِكَةَ صَافَّةً بِنِقَابِهَا وَأَبْوَابِهَا يَحْرُسُونَهَا مِنَ الدَّجَّالِ».

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دجال مدینہ کے پاس آئے گا تو فرشتوں کو اُس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا۔ چنانچہ دجال اور طاعون، اگر اللہ نے چاہا تو اِس شہر میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔[1]

اِنھی سے ایک طریق میں یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں کہ لوگوں میں سے کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی، کیا دجال مدینہ کا قصد نہیں کرے گا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، وہ اُس کا ارادہ بھی لازماً کرے گا۔ لیکن مدینہ کے دروازوں اور اُس میں داخل ہونے کے راستوں پر وہ فرشتوں کو صف بستہ

پائے گا، جو دجال سے حفاظت کے لیے اُس پر پہرا دے رہے ہوں گے۔[۲]

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کے اسلوب میں اپنی خواہش کا اظہار فرمایا ہے، جسے اللہ تعالیٰ جس حد تک مناسب سمجھے گا، قبول فرمائے گا۔

۲۔ یہ حفاظت اُسی فیصلے کی فرع ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے ام القریٰ مکہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دے کر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: بخاری، رقم ۱۸۶۷۔ مسلم، رقم ۳۳۱۷، ۳۳۳۶۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۲۲۴۴ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے متابعات اِن مراجع میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: مسند احمد، رقم ۱۳۰۸۹، ۱۳۱۴۵، ۱۳۳۹۳، ۱۳۹۴۷۔ صحیح بخاری، رقم ۷۱۳۴، ۷۴۷۳۔ سنن ترمذی، رقم ۲۲۴۲۔ مسند بزار، رقم ۷۰۳۵، ۷۰۳۶۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۹۴۰، ۳۰۱۶، ۳۰۵۱، ۳۰۷۳، ۳۲۳۴۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۳۸۷۳۔ الاسماء والصفات، بیہقی، رقم ۳۵۲۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۷۱۳۴ میں یہاں 'فَلَا یَدْخُلُهَا'، ''چنانچہ وہ اُس میں داخل نہیں ہو سکے گا'' کے بجائے 'فَلَا یَقْرَبُهَا'، ''چنانچہ وہ اُس کے قریب بھی نہیں آ سکے گا'' کے الفاظ آئے ہیں۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۱۳۱۴۵۔

۴۔ مسند احمد، رقم ۱۳۳۹۳۔

— ۲۱ —

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ:[۱] قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَجِيءُ الدَّجَّالُ فَيَطَأُ الْأَرْضَ[۲] [كُلَّهَا[۳]] إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، فَيَأْتِي الْمَدِينَةَ، فَيَجِدُ بِكُلِّ نَقْبٍ مِنْ أَنْقَابِهَا صُفُوفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجُرْفِ، فَيَضْرِبُ رِوَاقَهُ، فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ مُنَافِقٍ وَمُنَافِقَةٍ»[۴].

وَعَنْهُ فِي لَفْظٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[5] «لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا، فَيَنْزِلُ بِالسِّبْخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ».

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ:[6] خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَكَانَ أَكْثَرُ خُطْبَتِهِ، مَا حَدَّثَنَا عَنِ الدَّجَّالِ، وَيُحَذِّرُنَاهُ، فَكَانَ مِنْ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَإِنَّهُ لا يَبْقَى مَوْضِعٌ مِنَ الأَرْضِ إِلَّا وَطِئَهُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، وَتَرْجُفُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَلا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلا مُنَافِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ، تَنْفِي الْمَدِينَةُ يَوْمَئِذٍ خَبَثَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ، يُدْعَى ذٰلِكَ الْيَوْمُ يَوْمُ الْخَلَاصِ».

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال جب آئے گا تو مکہ اور مدینہ کے سوا ساری زمین[1] کو (اپنی تاخت سے) روند ڈالے گا۔ وہ مدینہ کی طرف بھی آئے گا، لیکن اِس میں داخل ہونے کے ہر راستے پر وہ خدا کے فرشتوں کو (پہرا دیتے ہوئے) صف بستہ پائے گا۔ پھر وہ 'جرف'[2] کی شوریلی زمین پر پہنچ کر اپنا خیمہ لگائے گا تو مدینہ اُس وقت تین مرتبہ لرزے گا، جس (کے خوف) سے ہر منافق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر دجال سے جا ملے گا۔

اِنھی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بعض طرق میں یہ الفاظ روایت ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو روندے گا۔ اِن دو شہروں میں جن راستوں سے داخل ہوتے ہیں، اُن میں سے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ پہرا دے رہے ہوں گے۔

پھر وہ ایک شوریلی زمین پر جا اترے گا تو مدینہ اُس وقت تین مرتبہ لرزے گا۔ ہر کافر و منافق اِس کے نتیجے میں مدینہ سے نکل کر دجال سے جا ملے گا۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے خطاب فرمایا۔ خطبوں میں آپ اکثر ہمیں دجال کے بارے میں بتاتے اور اُس سے خبردار کیا کرتے تھے۔ سو اُس دن آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اُس میں یہ بات بھی بیان ہوئی تھی کہ دجال مکہ و مدینہ کے سوا دنیا کے ہر علاقے کو روندے گا، اور مدینہ اپنے مکینوں سمیت تین مرتبہ لرزے گا، چنانچہ (اِس کے خوف سے) ہر منافق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر دجال سے جا ملے گا۔ مدینہ اُس دن اپنا سب میل کچیل اُسی طرح باہر نکال پھینکے گا، جس طرح لوہے کی بھٹی لوہے کا میل کچیل نکال دیتی ہے۔ اُس دن کو 'چھٹکارے کا دن' کہا جائے گا۔[۳]

۱۔ زمین سے مراد یہاں غالباً وہ خطہ ہے جس میں دجال کا خروج ہو گا، یعنی خراسان سے فلسطین تک مشرق وسطیٰ کے وہ علاقے جس میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں۔ اِس لیے کہ یہود اِسی علاقے میں اپنی میراث کی سلطنت بحال کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ مدینہ سے شام کی طرف تین میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے، جہاں عمر رضی اللہ عنہ کی بھی کچھ جایداد تھی۔

۳۔ یعنی لوگ کہیں گے کہ اچھا ہے، یہ شہر منافقوں سے پاک ہوا، اِس میں اب خدا کے سچے ماننے والے ہی رہ گئے ہیں۔ لفظ 'منافق' یا 'کافر' اِس روایت میں غالباً اُسی طرح کے لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے جن سے ملیے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اب نام ہی کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اِن میں الحاد کے علم بردار بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی جن کے علم و عمل میں دین نام کی کوئی چیز بھی باقی نہیں ہوتی۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۱۲۹۸۶ سے لیا گیا ہے۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اِس کے

باقی طرق اِن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: احادیث عفان بن مسلم، رقم ۲۳۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۴۲۸، ۳۷۴۹۱۔ مسند احمد، رقم ۱۳۴۹۵۔ حدیث موسیٰ بن عامر المری، رقم ۳۴۳۔ صحیح بخاری، رقم ۱۸۸۱، ۷۱۲۴۔ صحیح مسلم، رقم ۲۹۴۳۔ الفتن، حنبل بن اسحاق، رقم ۱۹۔ اخبار مکہ، فاکہی، رقم ۱۴۸۱، ۱۴۸۲۔ مسند بزار، رقم ۶۴۲۰۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۴۲۶۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۶۸۰۳۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۷۳۲۔ السنن الواردة فی الفتن، دانی، رقم ۶۳۱، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۴۹۱ میں 'يَطْوِي الْأَرْضَ كُلَّهَا' کے الفاظ آئے ہیں۔ مفہوم کے لحاظ سے یہ کم و بیش وہی بات ہے جو مرکزی متن کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

۳۔ احادیث عفان بن مسلم، رقم ۲۳۸۔

۴۔ صحیح بخاری، رقم ۱۸۸۱ میں یہاں 'فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ'، ''پھر ہر کافر و منافق کو اللہ مدینہ سے نکال دے گا'' کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔ مسند بزار، رقم ۶۴۲۰ میں 'فَلا يَبْقَى كَافِرٌ، وَلَا مُنَافِقٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ'، ''چنانچہ ہر کافر و منافق مدینہ سے نکل کر اُس سے جا ملے گا'' کے الفاظ ہیں۔

۵۔ صحیح مسلم، رقم ۲۹۴۳۔

۶۔ اِس روایت کا متن صفة النفاق ونعت المنافقین، ابو نعیم، رقم ۱۶۶ سے لیا گیا ہے۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی اِس روایت کا یہی تنہا ماخذ اور طریق ہے۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

— ۲۲ —

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:[1] قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الدَّجَّالُ وَلَا الطَّاعُونُ».

وَعَنْهُ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ المَدِينَةَ المَسِيحُ، وَلَا الطَّاعُونُ»[2].

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں داخل ہونے کے راستوں پر کچھ فرشتے مقرر رہوں گے۔ (چنانچہ) اِس میں نہ دجال داخل ہو پائے گا، نہ طاعون۔[1]

اِنھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں نہ (جھوٹا) مسیح داخل ہو پائے گا، اور نہ طاعون۔

۱۔اِس کی وضاحت پیچھے ہو چکی ہے۔

متن کے حواشی

۱۔اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۷۲۳۴ سے لیا گیا ہے۔اِس کے متابعات اِن مراجع میں نقل ہوئے ہیں: موطا مالک، رقم ۱۶۔ مسند احمد، رقم ۸۸۷۶۔ حدیث موسیٰ بن عامر المری، رقم ۴۳۲۔ صحیح بخاری، رقم ۱۸۸۰، ۵۷۳۱، ۷۱۳۳۔ صحیح مسلم، رقم ۱۳۷۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۴۲۵۹، ۷۴۸۴۔ فضائل المدینۃ، جندی، رقم ۱۵۔ حدیث سراج، رقم ۱۹۳۷۔ حدیث ابی الفضل الزہری، رقم ۶۹۳۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم، ابی نعیم، رقم ۳۱۹۳۔ امالی ابن بشران، رقم ۳۳۹۔ السنن الواردۃ فی الفتن، دانی، رقم ۶۴۰۔

۲۔ صحیح بخاری، رقم ۵۷۳۱۔

— ۲۳ —

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:[1] «لاَ يَدْخُلُ[2] المَدِينَةَ رُعْبُ المَسِيحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ [مِنْهَا[3]] مَلَكَانِ».

وَعَنْهُ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ: قَالَ:[4] أَكْثَرَ النَّاسُ فِي مُسَيْلِمَةَ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ شَيْئًا، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَقَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَفِي شَأْنِ هٰذَا الدَّجَّالِ الَّذِي قَدْ أَكْثَرْتُمْ فِيهِ، وَإِنَّهُ كَذَّابٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كَذَّابًا يَخْرُجُونَ بَيْنَ يَدَيِ الْمَسِيحِ، وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا يَبْلُغُهُ رُعْبُ الْمَسِيحِ إِلَّا الْمَدِينَةَ،

عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْ أَنْقَابِهَا مَلَكَانِ يَذُبَّانِ عَنْهَا رُعْبَ الْمَسِيحِ».

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کا رعب (بھی) مدینہ میں داخل نہیں ہو گا۔[1] اُس زمانے میں مدینہ کے سات دروازے[2] ہوں گے، جن میں سے ہر دروازے پر دو فرشتے پہرہ دے رہے ہوں گے۔

اِنھی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے بعض طرق میں روایت ہوا ہے، وہ کہتے ہیں: اِس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمائیں، لوگوں نے مسیلمہ کے بارے میں بہت باتیں کیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے لیے کھڑے ہوئے تو ابتدائی کلمات کے بعد فرمایا: اِس دجال کے بارے میں تم لوگوں نے بہت باتیں کر لی ہیں۔ بلاشبہ، یہ اُنھی تیس بڑے جھوٹوں میں سے ایک ہے جو مسیح دجال سے پہلے پہلے ظاہر ہوں گے۔[3] اِس جھوٹے مسیح کا رعب مدینہ کے سوا ہر شہر میں پہنچے گا۔ مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں میں سے ہر راستے پر دو فرشتے مقرر ہیں، جو مدینہ سے اِس جھوٹے مسیح کے رعب کو باہر دھکیل رہے ہوں گے۔

۱۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کی فتوحات سے مرعوبیت کی جو کیفیت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی، اور وہ پے در پے شکست کھاتے چلے جائیں گے، اللہ تعالیٰ مدینہ کے لوگوں کو اُس سے محفوظ رکھے گا۔

۲۔ یعنی سات راستے، جہاں سے لوگ شہر میں داخل ہو سکتے ہوں۔

۳۔ اِس طرح کے بعض جھوٹوں کا ذکر تاریخ میں موجود ہے، لیکن نہیں کہہ سکتے کہ اِن میں سے کتنے آ چکے اور کتنے ابھی آنا باقی ہیں۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح بخاری، رقم ۱۸۷۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے باقی طرق اِن مراجع میں نقل ہوئے ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۲۰۸۲۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۴۲۵، ۳۷۴۸۳۔ مسند احمد، رقم

۲۰۴۴۱، ۲۰۴۴۲۔ صحیح بخاری، رقم ۱۲۵۷، ۱۲۶۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۱۷۳، ۶۸۰۵۔ مسند الشامیین، طبرانی، رقم ۳۲۱۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۸۶۲۷۔ السنن الواردۃ فی الفتن، دانی، رقم ۶۴۱۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۴۲۵ میں یہاں ’لَا یَدْخُلُ‘، ”داخل نہیں ہو گا“ کے بجاے ’لَنْ یَّدْخُلَ‘، ”ہرگز داخل نہیں ہو گا“ کے الفاظ آئے ہیں۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۲۰۴۴۱۔

۴۔ جامع معمر بن راشد، رقم ۲۰۸۲۳۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جاوید احمد غامدی

ترجمہ و تحقیق: محمد رفیع مفتی/ محسن ممتاز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کا بیان

—۱—

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ:[1] كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَقِيعِ،[2] فَنَادَى رَجُلٌ آخَرَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي».

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے مقام پر تھے، جب ایک آدمی نے دوسرے شخص کو 'ابوالقاسم' کے الفاظ سے آواز دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو اُس نے کہا: میری مراد آپ نہیں تھے۔ اِس پر آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے نام پر نام رکھ سکتے ہو، لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔[1]

۱۔ رسول کی حیثیت سے آپ پر ایمان کے جو تقاضے اور آپ کے ساتھ معاملات کے جو آداب قرآن میں

بیان ہوئے ہیں، یہ ہدایت بھی اُنھی کی فرع ہے۔ مدعا یہ ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو جس طرح اور جس بے تکلفی کے ساتھ پکار سکتے ہو، اُس سے یہ تاثر نہیں ملنا چاہیے کہ گویا مجھے ہی پکارا جا رہا ہے۔ اِس سے واضح ہے کہ یہ ہدایت آپ کے نام یا لقب اور آپ کی کنیت کو آپ کے زمانے میں ایک شخص کے لیے جمع کر دینے کے ساتھ خاص تھی۔ آپ کے بعد اب اِس طرح کے التباس کا کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اِسے ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار دیا جائے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۹۲۶ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے تنہا راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اِس کے متابعات اِن مصادر میں دیکھے جا سکتے ہیں:

جامع ابن وہب، رقم ۵۱۔ مسند ابن جعد، رقم ۱۴۶۲۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد ۱/۸۶۔ الادب، ابن ابی شیبہ، رقم ۲۷۹۔ مسند احمد، رقم ۱۲۱۳۰، ۱۲۲۱۸، ۱۲۷۳۱، ۱۲۹۶۱۔ المنتخب من مسند عبد بن حمید، رقم ۱۴۰۸۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۱۴۰۶۔ صحیح بخاری، رقم ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۳۵۳۷۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۸۳۷، ۸۴۵۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۳۱، ۵۷۰۸۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۷۳۷۔ سنن ترمذی، رقم ۲۸۴۱۔ عوالی الحارث، رقم ۶۔ مسند بزار، رقم ۶۵۴۶، ۶۵۴۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۷۸۷، ۳۸۱۱۔ الکنیٰ والاسماء، دولابی، رقم ۲۱۔ شرح معانی الآثار، طحاوی، رقم ۷۲۴۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۱۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۳۲۵، ۱۹۳۲۶۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۱۹۱۷۶۔ الادب، بیہقی، رقم ۳۸۴۔

۲۔ بعض روایات مثلاً، مسند احمد، رقم ۱۲۷۳۱ میں 'البقیع' کے بجائے 'في السوق'، کے الفاظ اور بعض روایات مثلاً، مسند بزار، رقم ۶۵۴۶ میں 'في بعض سكك المدينة' (مدینہ کے کسی راستے) کے الفاظ آئے ہیں۔

— ۲ —

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ:[۱] وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ[۲] فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ

عَيْنًا[3] فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ الْقَاسِمَ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحْسَنَتِ الْأَنْصَارُ، سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي[4،5] فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ»[6،7].

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہمارے ایک آدمی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو اُس نے اُس کا نام قاسم رکھا۔ اِس پر انصار کے لوگوں نے کہا: ہم تمھیں ابوالقاسم کی کنیت سے پکاریں گے، نہ اِس طرح تمھاری آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ اُس نے یہ دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ، میرا بیٹا پیدا ہوا اور میں نے اُس کا نام قاسم رکھا ہے تو انصار کہتے ہیں: ہم تمھیں ابوالقاسم کی کنیت سے پکاریں گے اور نہ اِس طرح تمھاری آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: انصار نے صحیح بات کہی ہے۔ تم میرے نام پر نام تو رکھ سکتے ہو، لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو، اِس لیے کہ قاسم صرف میں ہی ہوں۔[1]

۱۔ یہ راوی کی غلطی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً وہی بات فرمائی ہوگی جو مسند احمد، رقم ۱۴۲۲۷ میں نقل ہوئی ہے، یعنی 'فإني أنا أبو القاسم، أقسم بينكم' (اِس لیے کہ ابوالقاسم میں ہی ہوں، میں خدا کی ہدایت تمھارے درمیان تقسیم کرتا ہوں)۔ اِس سے ضمناً یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کنیت ابوالقاسم، کس رعایت سے اختیار فرمائی تھی۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۳۱۱۵ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی جابر بن عبد اللہ انصاری

رضی اللہ عنہ ہیں۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اِس کے متابعات جن مصادر میں نقل ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں:

جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۸۶۷۔ جامع ابن وہب، رقم ۸۰۔ مسند طیالسی، رقم ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۵۶۔ مسند الحمیدی، رقم ۱۲۶۷۔ طبقات ابن سعد ۱/ ۵۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۹۲۵، ۲۵۹۲۷، ۲۵۹۲۹۔ الادب، ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۴۔ مسند احمد، رقم ۱۴۱۸۳، ۱۴۲۲۷، ۱۴۲۴۹، ۱۴۲۹۶، ۱۴۳۵۷، ۱۴۳۶۳، ۱۴۳۶۴، ۱۴۹۶۳، ۱۴۹۶۴، ۱۴۹۷۳، ۱۵۱۳۰۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۱۰۲۳، ۱۱۱۲۔ صحیح بخاری، رقم ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۵۳۸، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۹، ۶۱۹۶۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۸۱۵، ۸۳۹، ۸۴۲۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۳۳، ۵۷۱۸، ۵۷۱۹۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۷۳۶۔ سنن ترمذی، رقم ۲۸۴۲۔ تاریخ ابن ابی خیثمہ، رقم ۱۸۹۶، ۱۸۹۸۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۱۹۱۵، ۱۹۲۳، ۲۰۱۶، ۲۳۰۲۔ الکنیٰ والاسماء، دولابی، رقم ۲۰۔ شرح معانی الآثار، طحاوی، رقم ۷۲۳۳، ۷۲۳۸، ۷۲۳۹، ۷۲۴۶، ۷۲۴۷۔ معجم ابن اعرابی، رقم ۲۱۶۲۔ جزء من حدیث خیثمہ، رقم ۲۹۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۱۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۷۳۵۔ الآداب، بیہقی، رقم ۳۸۵۔ شعب الایمان، بیہقی، رقم ۸۲۶۶۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۳۲۱، ۱۹۳۲۲، ۱۹۳۲۳، ۱۹۳۲۴، ۱۹۳۲۸۔

الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ متن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے۔ اِس کے شواہد اِن مراجع میں ہیں:

جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۸۶۶۔ جامع ابن وہب، رقم ۷۲۔ مسند طیالسی، رقم ۲۵۴۱۔ مسند حمیدی، رقم ۱۱۷۸۔ مسند ابن جعد، رقم ۶۹۹۔ الادب، ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۹۲۴۔ مسند اسحاق، رقم ۱۸۰۔ مسند احمد، رقم ۷۳۷۷، ۷۳۷۸، ۷۶۵۴، ۷۷۲۸، ۹۰۹۴، ۱۰۷۲۶۔ مسند دارمی، رقم ۲۷۳۵، ۲۸۹۸۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۸۳۶۔ صحیح بخاری، رقم ۱۱۰، ۳۵۳۹، ۶۱۸۸۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۳۴۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۷۳۵۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۹۶۵۔ تاریخ ابن ابی خیثمہ، رقم ۹۴، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۰۶۳۔ الکنیٰ والاسماء، دولابی، رقم ۱۹۔ شرح معانی الآثار، رقم ۷۲۲۸، ۷۲۲۹، ۷۲۳۰، ۷۲۳۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۱۲۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، ابن شاہین، رقم ۴۸۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۶۰۰۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۱۸۷۔ مسند شہاب، رقم ۵۵۰۔ الآداب، بیہقی، رقم ۳۸۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۳۱۹۔

یہی مضمون محمد بن ابی بکر سے بھی الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ روایت ہوا ہے۔ اس کے شواہد یہ ہیں:

معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، رقم ۶۷۴۔ تاریخ دمشق، ابن عساکر ۱۰/۵۵۔

۲۔ بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۴۱۸۳ میں 'فَأَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا' (چنانچہ اُس نے چاہا کہ اُس کا نام محمد رکھے) کے الفاظ آئے ہیں، اور مسند احمد، رقم ۱۵۱۳۰ میں انصار کا یہ جملہ بھی بیان ہوا ہے: 'لَا نَدَعُكَ تُسَمِّيهِ مُحَمَّدًا بِاسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' (ہم تمھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اِس کا نام نہ رکھنے دیں گے)۔

۳۔ بعض روایات، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۶۱۸۷ میں اِس کے بجاے انصار کے الفاظ 'قَالُوا: لَا نَكْنِيهِ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' (انھوں نے کہا: ہم اِس سے تمھاری کنیت قبول نہیں کریں گے، جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں) روایت ہوئے ہیں۔

۴۔ بعض روایات، مثلاً مسند طیالسی، رقم ۱۸۵۶ میں 'سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي' (میرے نام پر نام رکھ لو اور میری کنیت نہ رکھو) کے بجاے 'مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَكْتَنِي بِكُنْيَتِي، وَمَنِ اكْتَنَى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّيَنَّ بِاسْمِي' (جو میرے نام پر نام رکھے تو وہ میری کنیت نہ رکھے اور جو میری کنیت رکھے، وہ ہرگز میرے نام پر نام نہ رکھے) کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

۵۔ بعض روایات، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۲۱۳۳ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُس کے بیٹے کا نام رکھنے کا ذکر 'اِسْمُ ابْنِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ' (تمھارے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن ہو گا) کے الفاظ میں ہوا ہے۔

۶۔ بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۴۲۲۷ میں 'فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ' (میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں) کے بجاے 'فَإِنِّي أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ، أُقْسِمُ بَيْنَكُمْ' (یقیناً میں ابو القاسم ہوں، میں تمھارے مابین تقسیم کرنے والا ہوں) کے الفاظ آئے ہیں، اور بعض روایات، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۹۲۷ میں 'فَإِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا أُقْسِمُ بَيْنَكُمْ' (مجھے تو بس قاسم بنایا گیا ہے، میں تمھارے مابین تقسیم کرنے والا ہوں) کے الفاظ روایت ہوئے ہیں، اِسی طرح بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۴۲۴۹ میں 'فَإِنَّمَا بُعِثْتُ قَاسِمًا بَيْنَكُمْ' (میں تو تمھارے درمیان تقسیم کرنے والے کی حیثیت سے مبعوث ہوا ہوں) کے الفاظ ہیں۔

۷۔ بعض روایات، مثلاً معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، رقم ۶۷۴ میں نومولود لڑکے کے حوالے سے 'كَنَّاهُ النَّبِيُّ بِأَبِي عَبْدِ الْمَلِكِ' (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی کنیت ابوعبدالملک رکھی) کے الفاظ آئے ہیں۔

—۳—

عَنْ عَبدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ:[۱] قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَجْمَعُوا بيْنَ اسْمِي وَكُنْيَتِي[۲]».

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام اور میری کنیت ایک ساتھ اختیار نہ کرو۔[۱]

۱۔ روایتوں کا جو مدعا ہم نے سمجھا ہے، یہ اُسی کی تائید ہے۔

متن کے حواشی

www.al-mawrid.org www.javedahmedghamidi.com

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۳۰۸۱ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کے چچا ہیں۔ اِس کے متابعات درج ذیل کتب میں موجود ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۹۲۸۔ الادب، ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۳۔ مسند اسحاق، رقم ۱۲۷۵۔ مسند احمد، رقم ۱۵۷۳۴، ۲۳۰۸۱۔ تاریخ ابن ابی خیثمہ، رقم ۱۸۹۳۔ مسند رویانی، رقم ۱۴۹۷۔ معجم الصحابہ، ابن قانع ۱/ ۸۵۔

یہ متن الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے۔ اِس کے شواہد درج ذیل کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں:

مسند اسحاق، رقم ۱۸۱۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۸۴۴۔ الطبقات الکبریٰ ۱/ ۸۵۔ سنن ترمذی، رقم ۲۸۴۱۔ الکنیٰ والاسماء، دولابی، رقم ۲۴۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۱۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۷۔ شعب الایمان، بیہقی، رقم ۱۳۴۳۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، ابن شاہین رقم ۴۷۴۔ دلائل النبوۃ، بیہقی ۱/ ۱۶۲۔

۲۔ بعض روایات، مثلاً مسند اسحاق، رقم ۱۸۱ کے الفاظ 'مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يُكَنِّي بِكُنْيَتِي، وَمَنِ اكْتَنَى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّ بِاسْمِي' (جو میرا نام رکھے، وہ میری کنیت اختیار نہ کرے اور جو کنیت اختیار کرے، وہ میرے نام پر نام نہ رکھے) ہیں۔

المصادر والمراجع

أبي حاتم عبد الرحمٰن الرازي. (١٤٢٧هـ/٢٠٠٦م). **العلل**. ط ١. تحقيق: فريق من الباحثين بإشراف وعناية د/ سعد بن عبد الله الحميد و د/ خالد بن عبد الرحمٰن الجريسي. الرياض: مطابع الحميضي.

ابن أبي حاتم عبد الرحمٰن الحنظلي. (١٢٧١هـ/١٩٥٢م). **الجرح والتعديل**. ط ١. حيدر آباد الدكن. الهند: طبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

ابن أبي شيبة عبد الله بن محمد. (١٤٢٠هـ/١٩٩٩م). **الأدب لابن أبي شيبة**. ط١. تحقيق: د. محمد رضا القهوجي. لبنان: دار البشائر الإسلامية.

ابن أبي شيبة عبد الله بن محمد. (١٤٠٩هـ). **المصنف في الأحاديث والآثار**. ط١. تحقيق: كمال يوسف الحوت. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن الأعرابي أبو سعيد أحمد بن محمد. (١٤١٨هـ/١٩٩٧م). **معجم ابن الأعرابي**. ط١. تحقيق وتخريج: عبد المحسن بن إبراهيم. السعودية: الناشر: دار ابن الجوزي.

ابن الجعد على البغدادي. (١٤١٠هـ/١٩٩٠م). **مسند ابن الجعد**. ط١. تحقيق: عامر أحمد حيدر. بيروت: مؤسسة نادر.

ابن حبان محمد بن حبان. (١٤٢٠هـ/٢٠٠٠م). **المجروحين من المحدثين**. ط١. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار السميعي.

إبن حبان أبو حاتم محمد البُستي. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان**. ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **لسان الميزان**. ط ٣. تحقيق: دائرة المعرف النظامية الهند. بيروت: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤١٧هـ/١٩٩٧م). **تحرير تقريب التهذيب**. ط ١. تاليف: الدكتور بشار عواد معروف، الشيخ شعيب الأرنؤوط. بيروت: لبنان. مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤٠٣هـ/١٩٨٣م). **طبقات المدلسين**. ط ١. تحقيق: د. عاصم بن عبد الله القريوتي. عمان: مكتبة المنار.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **النكت على كتاب ابن الصلاح**. ط ١. تحقيق: ربيع بن هادي المدخلي. المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية.

ابن راهويه إسحٰق بن إبراهيم. (١٤١٢هـ /١٩٩١م). **المسند**. ط١. تحقيق: د.عبد الغفور بن عبد الحق. المدينة المنورة: مكتبة الإيمان.

ابن رجب عبد الرحمٰن السلامي. (١٤٠٧هـ/١٩٨٧م). **شرح علل الترمذي**. ط١. تحقيق: الدكتور همام عبد الرحيم سعيد. الأردن: مكتبة المنار (الزرقاء).

ابن سعد أبو عبد الله محمد الهاشمي. (١٤٠٨هـ). **الطبقات الكبرى**. ط٢. تحقيق: زياد محمد منصور. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

ابن شاهين أبو حفص عمر بن أحمد. (١٤٠٨هـ/١٩٨٨م). **ناسخ الحديث ومنسوخه**. ط١. تحقيق: سمير بن أمين الزهيري. الزرقاء: مكتبة المنار.

ابن عدي عبد الله بن عدي الجرجاني. (١٤١٨هـ/١٩٩٧م). **الكامل في ضعفاء الرجال**. ط ١. تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود، علي محمد معوض. بيروت: الكتب العلمية.

ابن عساكر أبو القاسم علي بن الحسن. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **تاريخ دمشق**. ط١. بيروت: دارالفكر.

ابن قانع أبو الحسين عبد الباقي. (١٤١٨هـ). **معجم الصحابة**. ط١. تحقيق: صلاح بن سالم المصراتي. المدينة المنورة: مكتبة الغرباء الأثرية.

ابن الكيال ابو البركات محمد بن احمد. (١٤٢٠هـ/١٩٩٩م). **الكواكب النيرات**. ط ٢. تحقيق: عبدالقيوم عبد رب النبي. مكة مكرمة: المكتبة الامدادية.

إبن ماجه محمد بن يزيد القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجه**. ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار الفكر.

ابن المِبرَد يوسف بن حسن الحنبلي. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **بحر الدم فيمن تكلم فيه الإمام أحمد بمدح أو ذم**. ط ١. تحقيق وتعليق: الدكتورة روحية عبد الرحمٰن السويفي. لبنان، بيروت: دار الكتب العلمية.

ابن المديني علي بن عبد الله السعدي. (١٩٨٠م). **العلل**. ط ٢. تحقيق: محمد مصطفى الأعظمي. بيروت: المكتب الإسلامي.

ابن معين يحيى بن معين البغدادي. (١٣٩٩هـ/١٩٧٩م). **تاريخ ابن معين.** ط ١. تحقيق: د. أحمد محمد نور سيف. مكة المكرمة: مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي.

ابن وهب أبو محمد عبد الله. (١٤٢٥هـ/٢٠٠٥م). **الجامع.** ط١ .تحقيق: الدكتور رفعت فوزي، والدكتور علي عبد الباسط. د.م: دار الوفاء.

أبو اسحاق الحويني. (١٤٣٣هـ/٢٠١٢م). **نثل النبال بمعجم الرجال.** ط ١. جمعه ورتبه: أبو عمرو أحمد بن عطية الوكيل. مصر: دار ابن عباس.

ابو بكر أحمد بن أبي خيثمة. (١٤٢٧هـ/٢٠٠٦م). **التاريخ الكبير/تاريخ ابن ابي خيثمة.** ط١. تحقيق: صلاح بن فتحي هلل. القاهرة: الناشر: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر.

أبو الحسن خيثمة بن سليمان. (٢٠٠٤م). **جزء من حديث خيثمة.** ط١. الناشر: مخطوط نُشر في برنامج جوامع الكلم.

أبو داود سليمان بن الأشعث السَّجِسْتاني. (١٤٠٣هـ/١٩٨٣م). **سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل.** ط ١. تحقيق: محمد علي قاسم العمري. المدينة المنورة: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية.

أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني. (١٤٣٠هـ/٢٠٠٩م). **سنن أبي داود.** ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط وآخرون. دار الرسالة العالمية.

أبو عبد الله محمد بن سلامة. (١٤٠٧هـ/١٩٨٦م). **مسند الشهاب.** ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **معرفة الصحابة.** ط١. تحقيق: عادل بن يوسف العزازي. الرياض: دار الوطن للنشر.

أبو يعلى أحمد بن علي التميمي. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **المسند.** ط١. تحقيق: حسين سليم أسد. دمشق: دار المأمون للتراث.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (١٤٢٢هـ/٢٠٠١م). **العلل و معرفة الرجال.** ط ٢. تحقيق و تخريج: د وصي الله بن محمد عباس. الرياض: دار الخاني فرقد فريد الخاني.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (١٤٠٨هـ/١٩٨٨م). **العلل و معرفة الرجال.** ط ١. تحقيق و تخريج:

د وصي الله بن محمد عباس. بيروت: المكتب الإسلامي. الرياض: دار الخاني.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **المسند**. ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، وعادل مرشد، وآخرون. بيروت: مؤسسة الرسالة.

البخاري أبو عبد الله محمد بن إسمٰعيل.(١٤٢٢هـ). **الجامع الصحيح**. ط١. تحقيق: زهير الناصر. بيروت: دار طوق النجاة.

البخاري ابو عبد الله محمد بن إسمٰعيل. (١٤٠٩هـ/١٩٨٩م). **الأدب المفرد**. ط٣. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار البشائر الإسلامية.

البخاري محمد بن إسمٰعيل الجعفي. (٢٠٠٩م). **التاريخ الكبير**. تحقيق: السيد هاشم الندوي. بيروت: دار الفكر.

البخاري محمد بن إسمٰعيل الجعفي. (١٣٩٧هـ/١٩٧٧م). **التاريخ الأوسط**. ط ١. حلب. القاهرة: دار الوعي مكتبة دار التراث.

البزار أبو بكر أحمد بن عمرو. (٢٠٠٩م). **مسند البزار**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن، وعادل بن سعد، وصبري عبد الخالق. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين. (١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م). **السنن الكبرى**. ط٣. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. بيروت: دار الكتب العلمية.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **معرفة السنن والآثار**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. دمشق: دار قتيبة.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **الآداب**. ط١. تحقيق: ابو عبد الله السعيد المندوه. بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين. (١٤٠٥هـ). **دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة**. ط١. بيروت: دار الكتب العلمية.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين. (١٤٢٣هـ/٢٠٠٣م). **شعب الإيمان**. ط١. تحقيق: الدكتور عبد العلي. الرياض: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع.

الترمذي أبو عيسى محمد بن عيسى. (١٣٩٥هـ/١٩٧٥م). **سنن الترمذي**. ط ٢. تحقيق وتعليق:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

أحمد محمد شاكر (ج١، ٢) ومحمد فؤاد عبد الباقي(ج٣) وإبراهيم عطوة عوض المدرس في الأزهر الشريف (ج٤، ٥). مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي.

الحارث بن محمد بن أبي أسامة. (١٤١١هـ). **عوالي الحارث بن أبي أسامة**. ط١. تحقيق: عبد الله عبد العزيز الهليل. بيروت: دار الفكر.

الحاكم أبو عبد الله محمد بن عبد الله. (١٤١١هـ/١٩٩٠م). **المستدرك على الصحيحين**. ط١. تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية.

الحميدي أبو بكر عبد الله بن الزبير. (١٩٩٦م). **المسند**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن سليم أسد الداراني. دمشق: دار السقا.

خالد الرباط سيد عزت عيد. (١٤٣٠ هـ/٢٠٠٩م). **الجامع لعلوم الإمام أحمد (الأدب والزهد)**. ط١. مصر: دار الفلاح للبحث العلمي وتحقيق التراث.

الدارقطني علي بن عمر. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **العلل الواردة في الأحاديث النبوية**. ط ١. تحقيق وتخريج: محفوظ الرحمٰن زين الله السلفي. الرياض: دار طيبة.

الدارمي أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمٰن. (١٤١٢هـ/٢٠٠٠م). **مسند الدارمي**. ط١. تحقيق: حسين سليم أسد. المملكة العربية السعودية: دار المغني للنشر والتوزيع.

الدولابی أبو بِشْر محمد بن أحمد. (١٤٢١هـ/٢٠٠٠م). **الكنى والأسماء**. ط١. تحقيق: أبو قتيبة نظر محمد الفاريابی. بيروت: دار ابن حزم.

الذهبي محمد بن أحمد. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة**. ط١. تعليق: إمام برهان الدين أبي الوفاء إبراهيم بن محمد. جدة: دار القبلة للثقافة الإسلامية، مؤسسة علوم القرآن.

الذهبي محمد بن أحمد. (١٣٨٧هـ/١٩٦٧م). **ديوان الضعفاء والمتروكين**. ط ٢. تحقيق: حماد بن محمد الأنصاري. مكة: مكتبة النهضة الحديثة.

الروياني أبو بكر محمد بن هارون. (١٤١٧هـ). **المسند**. ط١. تحقيق: أيمن علي أبو يماني. القاهرة: مؤسسة قرطبة.

سبط ابن العجمي برهان الدين الحلبي. (١٩٨٨م). **الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط**. ط ١.

تحقيق: علاء الدين علي رضا. القاهرة: دار الحديث.

سبط ابن العجمي برهان الدين الحلبي. (١٩٨٦م). **التبيين لأسماء المدلسين**. ط ١. تحقيق: يحيى شفيق حسن. بيروت: دار الكتب العلمية.

سبط ابن العجمي برهان الدين الحلبي. (١٤٠٧هـ/١٩٨٧م). **الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث**. ط ١. المحقق: صبحي السامرائي. بيروت: عالم الكتب، مكتبة النهضة العربية.

الطبراني أبو القاسم سليمان بن أحمد. (د.ت). **المعجم الأوسط**. د.ط. تحقيق: طارق بن عوض الله، عبد المحسن بن إبراهيم. القاهرة: دار الحرمين.

الطحاوي أبو جعفر أحمد بن محمد. (١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **شرح معاني الآثار**. ط.١. تحقيق: محمد زهري النجار ومحمد سيد جاد الحق. د.م: عالم الكتب.

الطيالسي أبو داود سليمان بن داود. (١٤١٩هـ/١٩٩٩م). **مسند أبي داود الطيالسي**. ط١. تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن. مصر: دار هجر.

العجلي أحمد بن عبد الله. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **معرفة الثقات**. ط ١. تحقيق: عبد العليم عبد العظيم البستوي. المدينة المنورة. مكتبة الدار.

الكَسَّي عبد الحميد بن حميد. (١٤٠٨هـ/١٩٨٨م). **المنتخب من مسند عبد بن حميد**. ط١. تحقيق: صبحي البدري، محمود محمد خليل الصعيدي. القاهرة: مكتبة السنة.

مسلم بن الحجاج أبو الحسين النيسابوري. (د.ت). **الجامع الصحيح**. د.ط. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

معمر بن أبي عمرو راشد الأزدي. (١٤٠٣هـ). **الجامع معمر بن راشد**. ط٢. تحقيق: حبيب الرحمٰن الأعظمي. باكستان: المجلس العلمي، بيروت: توزيع المكتب الإسلامي.

مغلطاي علاء الدين بن قليج. (١٤٢٢هـ/٢٠٠١ م). **إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال**. ط ١. تحقيق: أبو عبد الرحمٰن عادل بن محمد، أبو محمد أسامة بن إبراهيم. القاهرة: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محمد وسیم اختر مفتی

مہاجرین حبشہ

(۱۷)

["سیر و سوانح" کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت ریطہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام و نسب

حضرت ریطہ مکہ میں مقیم عرب قبیلہ بنو تیم کے حارث بن جبیلہ (جبلہ: ابن عبد البر) کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ابن اثیر نے ان کا نام رائطہ، ابن حجر نے رابطہ لکھا اور شاذ روایت میں ربطہ بتایا گیا ہے۔ بنو خزاعہ کی زینب بنت عبداللہ ان کی والدہ تھیں۔ حضرت عمر کے رفیق سفر اور ان کے حکم پر حرم مکی کی حدود متعین کرنے والے حضرت صُبَیحہ بن حارث ان کے بھائی تھے۔ حضرت ابو بکر حضرت ریطہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

حضرت ریطہ کا بیاہ حضرت حارث بن خالد سے ہوا۔ وہ بھی بنو تیم سے تھے، تیسرے جد عامر بن کعب پر ان کا سلسلۂ نسب حضرت ریطہ کے شجرے سے جا ملتا ہے۔ عامر حضرت ریطہ کے بھی پردادا تھے۔ تیم بن مرہ دونوں کے چھٹے جد تھے۔

بنو تیم کے نمایاں افراد

بنو تیم قریش کی ایک شاخ تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں عبداللہ بن جدعان بنو تیم کے معزز سردار تھے جنھوں نے

عربوں کا مشہور معاہدۂ امن 'حلف الفضول' کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ قبائلی نظام میں خونی جھگڑے عام ہوتے ہیں۔ قتل و غارت کے مقتولوں اور زخمیوں کا خون بہا، تاوان اور دیتوں (اشناق) کی رقوم کا تعین کرنا بنو تیم بن مرہ کے سپرد تھا۔ تاوانوں کی رقوم وہی وصول اور جمع کرتے، متعلقہ مقدمات بھی انھی کے سامنے پیش ہوتے اور انھی کا فیصلہ نافذ ہوتا۔ حضرت ابوبکر جوان ہوئے تو یہ خدمت ان کو سونپی گئی۔ عہد رسالت میں حضرت ابوبکر کے علاوہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر، ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ بنو تیم کی نمایاں شخصیات رہیں۔ کمانڈر عبیداللہ بن معمر کا تعلق بھی بنو تیم سے تھا۔

ظہور اسلام کے بعد بنو تیم تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل گئے اور اب یمن، کویت، عراق، شام، مصر، صومالیہ، مراکش، الجزائر اور موریطانیہ میں ان کی نسلیں آباد ہیں۔

قبول اسلام

حضرت ریطہ اپنے شوہر حضرت حارث کی طرح ابتدا ے اسلام میں ایمان لے آئیں۔

ہجرت حبشہ

۵/ نبوی: مکہ کے نادار اور کم زور مسلمانوں پر مشرکین کا تشدد حد سے بڑھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت ریطہ بنت حارث اپنے شوہر حضرت حارث بن خالد کے ساتھ حضرت جعفر بن ابوطالب کی قیادت میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے دوسرے قافلے میں شامل ہوئیں۔

قیام حبشہ کے دوران میں حضرت ریطہ کا انتقال ہو گیا (ابن ہشام، ابن اثیر)۔ ایتھوپیا کے قصبے نجاش (Negash) کی شارع صحابہ پر پانچ صحابیات کی قبریں اب بھی موجود ہیں، لیکن حضرت ریطہ کی قبر کی شناخت ممکن نہیں۔

اولاد

حبشہ میں حضرت ریطہ بنت حارث کے ہاں چار بچے ہوئے: موسیٰ، عائشہ، زینب اور فاطمہ (ابن ہشام، ابن عبدالبر)۔ یہ چاروں حبشہ میں انتقال کر گئے۔ ابن اثیر نے دو بچوں عائشہ اور زینب کے نام لیے ہیں اور ابن حجر نے موسیٰ اور عائشہ کی پیدایش کا ذکر کیا ہے۔

دوسری روایت کے مطابق حبشہ سے مدینہ واپسی کے سفر میں ایک گھاٹ پر کنبے نے پانی پیا جو زہر آلود تھا۔ بِس بھرے پانی نے تمام بچوں کی زندگی کا چراغ گل کر دیا، لیکن حضرت حارث بچ گئے۔ ابن اسحٰق اور ابن سعد کہتے ہیں: موسیٰ کا انتقال حبشہ میں ہوا، حضرت ریطہ، عائشہ اور زینب کی وفات زہریلا پانی پینے سے ہوئی اور فاطمہ کی زندگی بچ گئی۔ ابن حجر کے مطابق موسیٰ نے حبشہ میں وفات پائی اور حضرت ریطہ نے مدینہ کے سفر میں انتقال کیا۔ ابن ہشام کی دوسری روایت کے مطابق حضرت ریطہ، موسیٰ، عائشہ اور زینب کی جانیں آب مسموم نے لیں اور فاطمہ بچ گئی۔ ابن عبدالبر کا بھی یہی کہنا ہے۔

حبشہ سے واپسی

حضرت ریطہ کے شوہر حضرت حارث بن خالد ۷ ھ میں بیوی بچوں کے بغیر تن تنہا مدینہ پہنچے۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن اسحٰق)، السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، Wikipedia۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ

حسب و نسب

مرہ بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھٹے جد تھے۔ کلاب، تیم اور یقظہ، ان کے تین بیٹے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابو سفیان، قریش کی جمعیت کو منظم کر کے کعبہ کا انتظام سنبھالنے والے قصی بن کلاب کی اولاد میں ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید یقظہ کی اولاد میں سے تھے۔

تیم بن مرہ کے دو بیٹوں سعد اور احب میں سے صرف سعد کی اولاد ہوئی۔ سعد کے پوتے عمرو بن کعب کے تین بیٹے عامر، عثمان اور جُدعان ہوئے۔

عامر کی اولاد میں حضرت ابو بکر (ابو بکر بن ابو قحافہ بن عامر)، ان کی والدہ حضرت ام الخیر (سلمیٰ بنت صخر بن عامر)، حضرت حارث بن خالد (حارث بن خالد بن صخر بن عامر) اور حضرت ریطہ (ریطہ بنت حارث بن

جبیلہ بن عامر) پیدا ہوئے۔

عمرو بن کعب کے دوسرے بیٹے عثمان کی اولاد میں حضرت طلحہ (طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان) اور حضرت عمرو (عمرو بن عثمان) ہوئے۔اس طرح حضرت عمرو بن عثمان حضرت طلحہ کے چچا ہوئے۔

عمرو بن کعب کے تیسرے بیٹے جدعان کی نسل میں زمانۂ جاہلیت میں بنو تیم کے معزز سردار عبد اللہ بن جدعان نے جنم لیا جن کے گھر پر عربوں کا مشہور معاہدۂ امن 'حلف الفضول' طے پایا۔

معمر بن عثمان اور عمیر بن عثمان حضرت عمرو کے سگے بھائی تھے،بنو لیث کی ہالہ بنت بیاع ان کی والدہ تھیں۔ عبید اللہ بن عثمان اور معاذ بن عثمان کو حضرت عمرو کی سوتیلی والدہ ہالہ بنت عبد الدار نے جنم دیا۔امہ بنت عبد شمس زہیر بن عثمان کی والدہ تھیں۔ابو المطاع بن عثمان بھی حضرت عمرو کے سوتیلے بھائی تھے۔مصعب زبیری نے حضرت عمرو اور ابو المطاع کے نام نہیں لیے،جب کہ ابن حزم نے زہیر کا ذکر نہیں کیا۔ممکن ہے کہ ابو المطاع اور معاذ ایک ہی شخصیت ہوں،کیونکہ دونوں کے بارے میں الگ الگ روایت میں بتایا جاتا ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں عکاظ کے مقام پر لڑی جانے والی چوتھی جنگ فجار میں کام آئے۔بلاذری نے حضرت عمرو کے دو بھائیوں عبد الرحمٰن بن عثمان اور زہرہ بن عثمان کا ذکر کیا اور بتایا ہے کہ زہرہ پہلوان تھے۔زہرہ اور زہیر ایک فرد کے دو نام ہو سکتے ہیں،کیونکہ اختلاف روایت سے نام تبدیل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن عثمان کے والد کو 'شارب الذہب' کہا جاتا تھا،کیونکہ وہ شراب میں سونا یا موتی گھول کر پیتا تھا۔ان کے دادا کا نام عمرو بن کعب تھا۔تیم بن مرہ جن سے قریش کی شاخ بنو تیم منسوب تھی،ان کے پانچویں جد تھے۔

حضرت عمرو بن عثمان مکہ میں پلے بڑھے۔اللہ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو انھوں نے آپ کی دعوت ایمان پر فی الفور لبیک کہا۔

ہجرت حبشہ

حضرت عمرو بن عثمان ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے۔

حبشہ سے مدینہ کا سفر

ابن ہشام نے حضرت عمرو بن عثمان کو مہاجرین حبشہ کے اس زمرے میں شمار کیا ہے جو نجاشی کی مہیا کشتیوں میں سوار نہ ہوئے اور جنگ بدر کے بعد کسی وقت مدینہ پہنچے،اس زمرہ میں وہ اصحاب بھی شامل ہیں جن کا رجوع

حضرت عبد اللہ بن جعفر کی آمد کے بعد ہوا۔ بلاذری کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عثمان حضرت عبد اللہ بن جعفر کی واپسی سے پہلے مدینہ چلے آئے۔ ابن اثیر نے انھیں حضرت عبد اللہ بن جعفر کے قافلے کا ہم سفر بتایا ہے۔

غزوات

عہد رسالت کے کسی غزوہ و سریہ میں حضرت عمرو بن عثمان کی شرکت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

عہد فاروقی

۱۳ تا ۱۶ شعبان ۱۵ھ (۱۶ تا ۱۹ نومبر ۶۳۶ء: ابن اسحٰق)۔ ۱۴ھ (طبری، ابن اثیر، ابن کثیر): جنگ قادسیہ عہد خلافت راشدہ کا اہم معرکہ ہے جس میں جیش اسلامی کو شان دار فتح حاصل ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں تینتیس ہزار پر مشتمل مسلم فوج دو لاکھ کے ایرانی لشکر پر غالب آئی۔ ایرانی فوج میں ساٹھ ہزار گھڑ سوار، ساٹھ ہزار پیادے، تیس ہاتھی اور اسی ہزار خدمت گار تھے۔ رستم بن فرخ جنگجو ایرانی دستوں کا سپہ سالار تھا۔ ایران کی اعلیٰ عسکری قیادت مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچی اور خسروی دور کا زوال شروع ہوا۔

جنگ قادسیہ فتح ایران میں بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اسی کے نتیجے میں فتح مدائن کی راہ کھلی اور مسلمانوں نے ایرانی دار الحکومت پر قبضہ کر کے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری کر دی۔

وفات

جنگ قادسیہ چار روز جاری رہی۔ پہلے دن (یوم ارماث) پانچ سو اہل ایمان نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے نماز فجر کے بعد ان کی تدفین کرائی۔ دوسرے دن (یوم اغواث) ہونے والے معرکہ میں دس ہزار ایرانی مارے گئے، جب کہ مسلمان شہدا کی تعداد دو ہزار رہی۔ علی الصبح انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ تیسرے دن (یوم عماس) اور چوتھی رات (لیلة الهرير) کی صبح (یوم قادسیة) فیصلہ کن جنگ ہوئی، جس میں چھ ہزار مسلمان مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ ایرانی سپہ سالار رستم مارا گیا، میدان جنگ میں موجود تیس ہزار ایرانی فوجیوں میں سے بمشکل تیس بچ پائے، باقی موت کے سفر پر روانہ ہوئے۔ جنگ قادسیہ کے ان ہزاروں شہدا میں حضرت عمرو بن عثمان بھی شامل تھے، رتبۂ شہادت حاصل کرنے کے بعد وہ قادسیہ ہی میں پیوند خاک ہوئے۔

اولاد

حضرت عمرو بن عثمان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

روایت

حضرت عمرو بن عثمان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی گئی۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن اسحٰق)، السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، نسب قریش (مصعب زبیری)، جمہرۃ انساب العرب و اخبارھا (زبیر بن بکار)، جمل من انساب الاشراف (بلاذری)، جمہرۃ انساب العرب (ابن حزم)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبد البر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تاریخ اسلام (اکبر شاہ نجیب آبادی)، Wikipedia۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ڈاکٹر عرفان شہزاد

اسکولوں میں فنون لطیفہ کی تدریس کی خامیاں

فنون لطیفہ، خدا کی صفت جمال اور انسان کی حس جمالیات کے اظہاریے ہیں۔ فنون لطیفہ کے حاملین زندگی میں حسن پیدا کر کے اسے پر لطف بناتے اور لطیف احساسات کو تسکین دے کر متوازن اور صحت مند نفسیات جگاتے ہیں۔ ان فنون سے اجتناب مزاجوں میں کھردراہٹ اور سطحیت پیدا کرتی ہے۔

فنون لطیفہ خدا کی پیدا کردہ زینتیں ہیں۔ زینتیں بذات خود بری نہیں ہوتیں، ان کا اچھا یا برا استعمال انھیں اچھا یا برا بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ خدا نے دنیا کی زینتیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں تو کون ہے جو انھیں حرام قرار دے؟

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. (الاعراف ۷: ۳۲)

”اِن سے پوچھو، (اے پیغمبر)، اللہ کی اُس زینت کو کس نے حرام کر دیا جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی تھی اور کھانے کی پاکیزہ چیزوں کو کس نے ممنوع ٹھیرایا ہے؟ اِن سے کہو، وہ دنیا کی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لیے ہیں، (لیکن خدا نے منکروں کو بھی اُن میں شریک کر دیا ہے) اور قیامت کے دن تو خاص اُنھی کے لیے ہوں گی، (منکروں کا اُن میں کوئی حصہ نہ ہو گا)۔ ہم اُن لوگوں کے لیے جو جاننا چاہیں، اپنی آیتوں کی اِسی طرح تفصیل کرتے ہیں۔“

احادیث رسول میں جہاں کہیں موسیقی یا مصوری وغیرہ کی برائی بیان کی گئی ہے، وہ ان کے برے استعمال کی

مذمت ہے، نہ کہ ان کے اپنی ذات میں حرام ہونے کا بیان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات میں صراحت ہے کہ شادی یا عام تفریح کے مواقع پر آپ کے سامنے موسیقی[1] اور رقص[2] پیش ہوا اور آپ نے

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الفِرَاشِ، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ، فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ: «دَعْهُمَا»، فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا. (بخاری، رقم ۹۴۹)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر دو (مغنیہ) لونڈیاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ آپ بستر پر دراز ہو گئے اور اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔ (اسی اثنا میں) حضرت ابو بکر گھر میں داخل ہوئے۔ (گانے والیوں کو دیکھ کر) انھوں نے مجھے سرزنش کی اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شیطانی ساز (کیوں)؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے اور فرمایا: انھیں (گانا بجانا) کرنے دو۔ پھر جب حضرت ابو بکر دوسرے کام میں مشغول ہو گئے تو میں نے ان (گانے والیوں کو چلے جانے کا) اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ فِي حِجْرِي جَارِيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَزَوَّجْتُهَا، قَالَتْ فَدَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عُرْسِهَا، فَلَمْ يَسْمَعْ غِنَاءً وَلَا لَعِبًا، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، هَلْ غَنَّيْتُمْ عَلَيْهَا أَوَ لَا تُغَنُّونَ عَلَيْهَا»؟ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هذا الحي من الأنصار يحبون الغناء».
(صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۷۵)

”میرے زیر کفالت ایک انصاری لڑکی رہتی تھی۔ میں نے اس کی شادی کر دی۔ شادی کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر آپ نے نہ کوئی گیت سنا اور نہ کوئی کھیل دیکھا۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) آپ نے فرمایا: عائشہ، کیا تم لوگوں نے اسے گانا سنایا ہے یا نہیں؟ پھر فرمایا: یہ انصار کا قبیلہ ہے، جو گانا پسند کرتے ہیں۔“

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، تَعَالَيْ فَانْظُرِي». فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُولِ

منع نہیں کیا۔اس سے ظاہر ہے کہ ممانعت ان چیزوں کے صرف برے استعمال کی ہے۔

ہمارے تعلیمی نصابات میں فنون لطیفہ کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام نظر نہیں آتا۔ اسکولوں میں مصوری، موسیقی اور رقص جیسے مضامین نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جن اسکولوں میں یہ مضامین شامل نصاب ہیں بھی تو اس کے لیے باقاعدہ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ اساتذہ بھرتی کرنے کا اہتمام عام طور پر دکھائی نہیں دیتا۔

بزم ادب کے پروگرام بھی اب شاذ ہی منعقد کیے جاتے ہیں۔ادب و شاعری سے لگاؤ تو ایک طرف، اس کا ذوق اور فہم بھی اب خال خال نظر آتا ہے۔بچوں میں فنون لطیفہ کا طبعی رجحان اگر نظر آئے بھی تو اسے تفریح اوقات کے قبیل کی چیز گردانا جاتا ہے، مگر اس کی پیشہ ورانہ تعلیم کی حوصلہ افزائی عموماً نہیں کی جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا محض سائنس دانوں اور سماجی علوم کے ماہرین سے نہیں چلتی، اس میں بہت کچھ حسن اور رعنائی فنون لطیفہ کی مرہون منت ہے۔

جن بچوں کو فطرت نے شاعر، ادیب، موسیقار، اور مصور وغیرہ بننے کے لیے پیدا کیا ہے، انھیں اپنے طبعی رجحان کو پروان چڑھانے کا موقع نہ دینا، بچے کے ساتھ تو ناانصافی ہے ہی، خدا کی اسکیم کی خلاف ورزی بھی ہے جو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلٰى رَأْسِهِ، فَقَالَ لِي: «أَمَا شَبِعْتِ، أَمَا شَبِعْتِ». قَالَتْ: فَجَعَلْتُ أَقُولُ لَا لأَنْظُرَ مَنْزِلَتِي عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ عُمَرُ، قَالَتْ: فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا: قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الإِنْسِ وَالجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ».(ترمذی، رقم ۳۶۹۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے درمیان) تشریف فرما تھے۔ یک بہ یک ہم نے بچوں کا شور سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ پھر (ہم نے دیکھا کہ) ایک حبشی عورت ناچ رہی تھی۔ بچے اس کے ارد گرد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ، آکر دیکھو۔ (سیدہ کہتی ہیں کہ) میں آئی اور اپنی ٹھوڑی حضور کے شانے پر رکھ کر آپ کے کندھے اور سر کے مابین خلا میں سے اسے دیکھنے لگی۔ حضور نے کئی بار پوچھا: کیا ابھی جی نہیں بھرا؟ میں یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ کو میری خاطر کس قدر مقصود ہے، ہر بار کہتی رہی کہ ابھی نہیں۔ اسی اثنا میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ (انھیں دیکھتے ہی) لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر کے آنے سے شیاطین جن وانس بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں اس قسم کے معاملات کے بارے میں بھی جو سختی تھی، اس وجہ سے لوگ ان کے سامنے یہ جائز افعال کرنے سے بھی کتراتے تھے۔ ان کے جواز کے لیے اتنا کافی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں کی، بلکہ اپنے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ سب دکھایا۔

دنیا میں مختلف طبائع کی رنگارنگی دیکھنے کے لیے انھیں اتنا مختلف پیدا کرتا ہے۔

مسلمانوں کے لیے ادب و شاعری کا فہم اور ذوق حاصل کرنا یوں بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید زبان و ادب کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کی تفہیم اور اس کا حظ اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتا جب تک زبان و بیان کا اعلیٰ ذوق نہ ہو۔ عربی زبان نہ بھی آتی ہو تو بھی ایک ادب پارے کا فہم اور لطف ایک درجے میں تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب کم از کم اپنی زبان کا اچھا ذوق پیدا کر لیا گیا ہو۔

بچوں کو فنون لطیفہ اور زبان و بیان کی لطافتوں سے محروم کرنے سے نہ صرف ان کی شخصیت کو نقصان پہنچتا ہے، بلکہ قرآن مجید جیسی ابدی ہدایت کی کتاب کے فیض سے محرومی بھی مقدر بنتی ہے۔

ذہین، لیکن سست رو بچے

کچھ بچے ذہین ہونے کے باوجود سست روی سے سیکھتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سمجھنے اور سیکھنے کے عمل کے دوران میں وہ سوچنے اور تجزیہ کرنے میں بھی مصروف ہوتے ہیں، یعنی دو عمل ایک ساتھ ان کے دماغ میں چل رہے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی سیکھنے کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔

ایسے بچوں کو عموماً غبی یا کند ذہن سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس سے ان کی سیکھنے کی امنگ بھی متاثر ہوتی ہے اور وہ اپنے بارے میں منفی نفسیات کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ یوں ایک ذہین اور باصلاحیت دماغ غلط تشخیص سے ضائع ہو جاتا ہے۔

ان ذہین، لیکن سست رو بچوں کی پہچان یہ ہے کہ انھیں جب اپنے اطمینان اور سیکھنے کی ان کی اپنی رفتار کے ساتھ کچھ سیکھنے اور کرنے کا موقع ملتا ہے تو بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اساتذہ اور والدین کو اس وقت حیرت ہوتی ہے کہ دوسرے اوقات میں سیکھنے اور سمجھنے میں یہ سستی کیوں دکھاتے ہیں؟ اس کا جواب بچے کے پاس نہیں ہوتا، لیکن والدین اور اساتذہ کے پاس ہونا چاہیے۔ بہت سے ذہین قرار پانے والے افراد اپنے بچپن میں کند ذہن سمجھے جاتے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے، جو بیان ہوئی۔

ایسے بچوں کو اجتماع میں تعلیم دینا مشکل ہوتا ہے۔ استاد کی مجبوری ہوتی ہے کہ اجتماعی تدریس میں سب بچوں کو اوسط رفتار سے لے کر چلے، اس میں یہ بچے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایسے بچوں کو انفرادی تعلیم اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کو بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ پڑھانا اور سکھانا پڑتا ہے۔ انتظار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنا دماغی عمل پورا کر لیں، پھر دوسری بات انھیں بتائی جائے۔ وہ ایک ایک قدم سمجھ کر آگے بڑھتے ہیں، لیکن ایک بار جب وہ کوئی چیز سمجھ لیتے ہیں تو ان کی کارکردگی نہایت عمدہ ہوتی ہے۔

محمد ذکوان ندوی

شکر و امتنان

راقم خود اپنی تحریروں کو بہ کثرت دیکھتا اور بار بار اُس کی تہذیب کرتا رہتا ہے۔ اِسی کے ساتھ وہ عموماً نازک اور اہم موضوعات، مثلاً 'دجال اکبر کا فتنہ' اور 'علم و دعوت کا توازن' سے متعلق مضامین پر قبل از اشاعت اپنے اساتذہ و احباب سے اکثر بے تکلف نقد و اصلاح لیتا اور زبان و بیان اور مواد سے متعلق اُن کے بیش قیمت افادات سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔ ہر مرتبہ اِس کا اظہار ممکن نہیں ہوتا، تاہم یہ میرے اوپر ایک اخلاقی قرض تھا، اِس لیے آج یہاں میں الگ سے اِس کا ذکر کر رہا ہوں۔

جن حضرات سے میں نے استفادہ کیا اور اپنی اِن تحریروں پر نقد و اصلاح لیتا رہا، اُن کی فہرست اور تفصیل بہت طویل ہے۔ تاہم اُن میں سے چند نمایاں افراد کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں:

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا وحید الدین خاں، علامہ یوسف القرضاوی، ضیاء الرحمٰن الاعظمی، عبد الحق الترکمانی، حکیم عبد الحفیظ پیکر جرولی، استاذ جاوید احمد غامدی، اسرار عالم، سجاد نعمانی، سید سلمان حسینی، سید عبد اللہ طارق، علامہ طاہر القادری، شاہ ابو سعید صفوی (الاحسان اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، الٰہ آباد)، عزیر شمس سلفی، سید واضح رشید ندوی، ابو سحبان روح القدس ندوی، رضی الاسلام ندوی، محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ)، اختر امام عادل قاسمی، محمد حسن الیاس، شہزاد سلیم، ساجد حمید، خورشید احمد ندیم، ریحان احمد یوسفی، سید اقبال احمد عمری، اہلیہ ڈاکٹر عائشہ ام ابراہیم، ظہیر احمد صدیقی (نالج اکیڈمی، لکھنؤ)، نشاط احمد صدیقی ندوی، وقار احمد ندوی (قطر)، شاہ فیصل ندوی (ساؤتھ افریقا)، ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی، انیس لقمان ندوی (ابو ظبی)، محمد طلحہ ندوی لکھنوی (طائف)، ناظم مصباحی، ذیشان مصباحی (الاحسان اکیڈمی)، مفتی محمد اطہر شمسی، مرغوب الرحمٰن ندوی اور

عزیزم شایان یوسف ندوی، وغیرہ۔ یہ صرف اِن حضرات کی محبت اور عنایت ہے کہ وہ اِس کام کے لیے اپنی مصروفیات سے قیمتی وقت نکالتے ہیں۔ اِس کے لیے میں اِن تمام حضرات کا بے حد شکر گزار اور اُن کے لیے دل سے دعا گو ہوں۔

ایک حقیقت واقعہ کا اظہار واعتراف

اپنے مزاج کے مطابق، راقم پر عجز کا احساس شدید طور پر چھایا رہتا ہے۔ اِسی احساس عجز کا نتیجہ ہے کہ میں اپنی ہر تحریر کو اِس اعتبار سے آخری تحریر سمجھتا ہوں کہ اِس کے بعد شاید میں کچھ اور نہ لکھ سکوں۔ ہر بار ''رشحات''، وغیرہ لکھتے وقت مجھ پر اِذعان کی حد تک یہ احساس غالب رہتا ہے کہ اِس بار ہم ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتے، مگر پھر بلا استحقاق اللہ کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ میں اکثر بالکل خالی الذہن ہوتا ہوں، پھر اچانک دل ودماغ پر کسی تحریر کا دھندلا اور منتشر نقش ابھرتا اور پھر اللہ کی توفیق سے مرتب ہو کر وہ ایک پورے مضمون کی شکل میں نمایاں ہو جاتا ہے۔

علم وہنر اور فضل و کمال رکھنے والے حضرات کے لیے اِس قسم کا احساس عجز شاید عجیب ہو گا، مگر مجھ جیسے آدمی کے لیے وہ روز وشب کا عملی تجربہ اور ایک بدیہی واقعے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرا احساس ہے کہ خداے رحمٰن اِسی طرح اپنے عاجز بندوں کی نصرت فرمایا کرتا ہے۔

بعض احباب یہ سمجھتے ہیں کہ راقم کی تحریروں میں جدت، سلاست، صوتی شکوہ و آہنگ، استدلالی قوت، غیر معمولی زور اور وفور پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اکثر یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کی اِن تحریروں کا راز کیا ہے، کیسے آپ اِس طرح کی تحریر رقم کرتے ہیں؟ میرا جواب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ کی نصرت و مدد کے ذریعے سے۔ ہماری ایک تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک دوست نے کہا: آپ کی ہر تحریر الہامی ہوا کرتی ہے۔ میں نے کہا: بے جا تواضع کے بغیر عرض کروں گا کہ یہ بات حرف بہ حرف درست ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص حقیقتاً کسی علم و صلاحیت سے پوری طرح خالی ہو، اُس کے اِس طرح لکھنے اور بولنے کو ''الہام'' کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے، یعنی ایک بے علم وبے صلاحیت آدمی کا محض توفیق الٰہی سے لکھنے اور بولنے لگنا۔ راقم کی زندگی اِس طرح کے متعدد واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

۲۰۱۹ء کا واقعہ ہے۔ ادارۂ تحقیقات اسلامی (علی گڑھ) کے ایک سیمینار میں ''قرآنیات'' کے موضوع پر راقم کا ایک مقالہ ''رجوع الی القرآن کی ضرورت اور اُس کا درست منہج'' کافی پسند کیا گیا۔ چنانچہ اِسی تاثر کے

تحت حیدر آباد دکن کے ایک صاحب نے پروگرام کے بعد مجھ سے ملاقات کی اور بہ اصرار فرمایا: آپ میرے چینل کے لیے ایک خطاب ریکارڈ کرا دیں، ایک بائٹ ابھی ریکارڈ کرا دیں اور بقیہ حسب سہولت مجھے مسلسل بھیجتے رہیں۔

میں نے کہا: میں کوئی علامہ نہیں کہ ابھی برجستہ آپ کے لیے کچھ ریکارڈ کرا سکوں۔ شاید آپ کو میرے اِس مقالے سے دھوکا ہوا ہے۔ یہ نہ معلوم کتنے دعا والحاح کے بعد تیار ہوا ہے۔ اِس میں ہمارا ہرگز کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ کی رحمت اور نصرت کا نتیجہ ہے۔ اِس کی ہر خوبی صرف اللہ کی طرف سے ہے، اور اِس کے ہر نقص کا میں تنہا ذمہ دار ہوں۔

(لکھنؤ ۵/ دسمبر ۲۰۲۲ء)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خورشید احمد ندیم

فریب خوردگی

فریب خوردگی بھی ضروری ہے۔ کوئی اتنا جگرا کہاں سے لائے کہ عمر بھر اور ہر وقت حقائق کا سامنا کر سکے؟

کبھی جان بوجھ کر اور کبھی ان جانے میں ہم فریب کھاتے ہیں۔ اسے بھی غنیمت سمجھنا چاہیے کہ کچھ وقت خود فراموشی یا حالات فراموشی میں گزر جاتا ہے۔ کون ہے جو مسلسل اپنا یا حالات کا سامنا کر سکے؟ عقل بڑی نعمت ہے، مگر زندگی محض اس کے سہارے نہیں گزر سکتی۔ اقبال کی تعلیم بھی یہی ہے کہ:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ہم بہت سے تجربات سے نہیں گزرے ہوتے، اس لیے ان کی 'افادیت' ہم پر واضح نہیں ہوتی۔ ہم حیران ہو کر سوچتے ہیں کہ انسان ان کا کیسے شکار بن جاتا ہے؟ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو ہم بھی کسی نہ کسی ایسے کام میں مبتلا ہوتے ہیں کہ لوگ ہمارے بارے میں بھی یہی سوچ رہے ہوتے ہیں۔ ہم سب کسی نہ کسی ایسے مشغلے میں مصروف ہیں جس کی کوئی عقلی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ ہم اگر وہ مشغلہ چھوڑ دیں تو زندگی محال ہو جائے۔

بہت سے لوگ سگریٹ پیتے ہیں۔ اگر آپ یہ شوق نہیں کرتے تو آپ حیرت سے سوچتے ہیں کہ کیا لوگ ہیں جو پیسے اور جگر کو جلا رہے ہیں؟ اپنے ہاتھوں سے اپنی بربادی کا سامان کر رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے، انھیں یہ معلوم نہیں؟ کیا وہ آپ سے کم سمجھ دار ہیں؟ کم پڑھے لکھے ہیں؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بہت سی مثالیں ہیں کہ ہم سے زیادہ ذی شعور لوگوں نے موت کو قبول کر لیا، سگریٹ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ یہی معاملہ دیگر نشوں کا بھی ہے۔

بہت سے لوگ ہم نے دیکھے جو پیروں فقیروں کے ہو جاتے ہیں اور زندگی ان کے نام لگا دیتے ہیں۔ یہاں بھی ہم جیسے حیرت سے تکتے اور سوچتے ہیں کہ ایک فرزانہ ان معاملات میں اتنا دیوانہ کیسے ہو گیا؟ آپ انھیں زندگی کے معاملات میں دیکھیں گے کہ آخری درجے کے مردم شناس۔ حجام کا انتخاب بھی کریں گے تو خوب سوچ بچار کر۔ پیر کے معاملے میں، لیکن معلوم نہیں ان کی عقل کہاں چلی جاتی ہے۔ آپ خود سے سوال کرتے ہیں: جو مجھے نظر آرہا ہے، اس کو کیوں دکھائی نہیں دے رہا؟ کیا معلوم اسے بھی وہی نظر آرہا ہو، لیکن وہ جانتے بوجھتے اس فریب میں رہنا چاہتا ہو؟

ایک صاحب کو میں جانتا ہوں کہ ایک سیاست دان سے وابستہ ہیں۔ یہ وابستگی اس نوعیت کی ہے کہ جہاں وہ جارہا ہے، یہ ساتھ جارہے ہیں۔ اسے کسی شادی میں جانا ہے یا جنازے میں، یہ اس کے ہم رکاب ہیں۔ کبھی فون کریں تو معلوم ہوتا ہے چودھری صاحب کے ساتھ فلاں گاؤں میں، ایک جنازے میں شریک ہیں۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ولیمے میں بیٹھے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں: یہ کیسا آدمی ہے۔ بے وجہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کر لیتا؟

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شہر کے ہر سیمینار اور جلسے کی رونق بڑھانے پہنچ جاتے ہیں۔ مذہبی اجتماع ہو یا سیاسی، لازماً شریک ہوتے ہیں۔ نہ دکھائی دیں تو اس کی ایک ہی وجہ، طبیعت کی ناسازی ہو سکتی ہے کہ گھر سے نکل نہیں سکے۔ ان کے معاملے میں بھی یہی خیال آتا ہے کہ اس سرگرمی کا حاصل؟ یہ آوارگی کس لیے؟ نہ کوئی سیاسی عزائم، نہ مذہب سے کوئی سنجیدہ وابستگی۔ آخر ہر اجتماع میں اتنی گرم جوشی سے کیوں شریک ہوتے ہیں کہ اگر نہ ہوئے تو خدا کے ہاں پکڑ ہو گی؟ یا ادائیگی فرض میں کوتاہی کی وجہ سے جیل بھیج دیے جائیں گے۔

اس فہرست کو طویل کیا جا سکتا ہے کہ کیسے لوگ ان مشاغل میں صدیوں سے مصروف ہیں جن کی کوئی عقلی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ بظاہر اس کا کوئی مقصد دکھائی نہیں دیتا۔ تفریح ایک مقصد ہے۔ اگر لوگ حظ اٹھانے کے لیے کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا بھی جواز ہو سکتا ہے۔ جیسے میلوں ٹھیلوں میں شرکت۔ میں تو ان کاموں کا ذکر کر رہا ہوں جن سے کوئی مقصد وابستہ نہیں ہے۔ جیسے کوئی ایک گاڑی پر سوار ہو کر اگلے اسٹیشن پر اتر جائے اور پھر وہاں سے واپسی کا ٹکٹ لے لے۔ شام کو وہیں پہنچ جائے جہاں سے چلا تھا۔

یہ کیفیت کیا ہے؟ کیا اسے خود فریبی کہا جا سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو انسان اپنے آپ کو فریب کیوں دیتا ہے؟ جان بوجھ کر دیتا ہے یا ان جانے میں فریب کھاتا ہے؟ مجھے تو اس میں شبہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو جانتے بوجھتے فریب دیتا ہے۔ یا تو وہ سمجھتا ہے کہ خود کو دھوکا دے رہا ہے یا وہ دانستہ کچھ جاننے کی کوشش نہیں کرتا۔ انسان

ایسا کیوں کرتا ہے؟ وہ خود کو فریب کیوں دیتا ہے؟

میرا احساس ہے کہ وہ حقیقت سے فرار چاہتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حقیقت کی دنیا بہت تلخ ہے۔ قدم قدم پر ہم جو کچھ دیکھتے ہیں یا جن حالات سے ہمارا پالا پڑتا ہے، ہم اگر ان کو ویسا ہی دیکھیں اور سمجھیں جیسے وہ ہیں تو ہم چند دن سے زیادہ ان کا سامنا نہ کر سکیں۔ ہم جان بوجھ کر ان سے فرار ڈھونڈتے ہیں۔ یہ فرار ہم اپنی مالی حیثیت اور سماجی پس منظر کے ساتھ اختیار کرتے ہیں۔ سگریٹ اس کی ایک ادنیٰ صورت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسے نشے بھی ہیں جن کی ایک خوراک پچاس ہزار روپے میں پڑتی ہے۔ جو کچھ نہیں کر پاتے، وہ آوارگی یا بلا ضرورت مصروفیت کو شعار کرتے ہیں۔ غالب نے اس مضمون کو اس خوب صورتی سے باندھا ہے کہ سبحان اللہ!

مے سے غرضِ نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

میں جب اس رویے پر سوچتا ہوں تو مجھے یہ خود فریبی بھی ضروری دکھائی دیتی ہے۔ زندگی اس کے بغیر بھی نہیں گزر سکتی۔ محض عقل کے سہارے زندہ نہیں رہا جا سکتا۔ ضروری ہے کہ انسان کبھی کبھی، جانتے بوجھتے اس کے حصار سے نکلے اور خود کو ایک ایسے ماحول کے حوالے کر دے جو زندگی کے حقائق اور اس کے مابین ایک پردہ بن جائیں۔ گویا بے مصرف زندگی کا بھی ایک مصرف ہے۔ خود فریبی بھی ایک حقیقت ہے۔

مرتے تو سب ہی ہیں، لیکن موتیں دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک وہ جس میں آپ کڑھتے رہتے ہیں کہ اگر بر وقت دوا مل جاتی، اگر ڈاکٹر وقت پر پہنچ جاتا تو مریض بچ سکتا تھا۔ ایک وہ موت ہے کہ جسے آپ قسمت کا لکھا سمجھتے ہیں کہ 'موت آئی تھی اور مر گیا۔' یہ توجیہ موت جیسے بڑے حادثے کو قابل قبول بنا دیتی ہے۔ میرے عقیدے کے مطابق یہی امر واقعہ ہے، لیکن جو اس کا شعور نہیں رکھتا، اس کے لیے بھی کسی عزیز ترین ہستی سے ہمیشہ کی جدائی، اس توجیہ کے ساتھ قابل برداشت ہو جاتی ہے۔

اس لیے گزارش ہے کہ جانتے بوجھتے فریب کھاتے رہنا چاہیے۔ زندگی کو ہمیشہ عقل کی سولی پہ نہیں لٹکانا چاہیے۔ میں عقل و عشق کی فلسفیانہ بحث میں نہیں پڑتا۔ میں تو اسے زندگی گزارنے کی ایک تکنیک سمجھ کر بات کر رہا ہوں۔ ضروری ہے کہ کچھ فریب دینے والے ہوں اور کچھ فریب کھانے والے۔ مجھے اس کے نقصانات کا اندازہ ہے، مگر ہر وقت عقل کی عدالت میں کھڑے رہنا بھی کم نقصان دہ نہیں۔

دیکھیے، میں نے آپ کو ایک غیر عقلی کام کی ایک عقلی توجیہ پیش کر دی۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ خود عقل کتنی قابل بھروسا ہے؟

(بشکریہ: روزنامہ دنیا، لاہور، ۵ / جنوری ۲۰۲۳ء)

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

Trusted Name for Last 65 years

Best Treatment for Your Branded Kurtas, Bosky
Ladies' Shalwar Suits, Trousers, Dress Shirts & Jackets

Since 1949

Snowhite

DRYCLEANERS

Largest Cleaning Network ... COUNTRYWIDE!

TQCSI
Quality Certified
ISO 9001 : 2000

Brands of the year Award
IT'S ALL ABOUT CHAMPIONS
2011-2012

Web: www.snowhite.com.pk

Tel: 021-38682810